ضوابط الجهاد في السنة النبوية

سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں

ضوابطِ جہاد

فضیلۃ الشیخ محمد بن عمر بازمول حفظہ اللہ

ترجمہ: طارق علی بروہی

توحیدِ خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

ضوابطِ جہاد

فضیلۃ الشیخ محمد بن عمر بازمول حفظہ اللہ

(سنئیر پروفیسر جامعہ ام القری ومدرس مسجد الحرام، مکہ مکرمہ)

مصدر: ضوابط الجهاد في السنة النبوية

ترجمہ: طارق علی بروہی

Cover & Design

@ManzoorWaniJK (Twitter)

توحیدِ خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com

© حقوق محفوظ توحید خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com

فہرست

مقدمہ	4
ضوابط جہاد باعتبار حکم	
پہلا ضابطہ: نوعیت کے اعتبار سے حکم جہاد میں تفریق	11
دوسرا ضابطہ: جہاد محض دفاعی نہیں ہوتا	14
تیسرا ضابطہ: شرعی اور بدعتی جہاد میں فرق	17
چوتھا ضابطہ: جہاد طلب ودعوت صرف قوت وقدرت کی حالت میں ہی ہوسکتا ہے	21
پانچواں ضابطہ: جہاد تاقیام قیامت جاری رہے گا مسلمانوں کی قوت اور کمزوری دونوں حالتوں میں	29
چھٹا ضابطہ: امام (حکمران) کی اجازت لازمی ہے، امام کی اجازت کے بغیر کوئی جہاد طلب ودعوت نہیں	33
ساتواں ضابطہ: جہاد طلب کے لیے لازم ہے کہ مسلمان والدین کی اجازت ہوا گروہ حیات ہوں یا ان میں سے کوئی ایک حیات ہو	38
آٹھواں ضابطہ: جہادِ دفاع جہادِ طلب ودعوت سے جن امور میں مختلف ہوتا ہے ان کا بیان	40
طریقۂ جہاد کے اعتبار سے جہاد کے ضوابط	
پہلا ضابطہ: مشروع جہاد مختلف صورتوں وانواع پر مشتمل ہوتا ہے	46

دوسرا ضابطہ: ایمان کی معنوی قوت اور حسی قوت کی تیاری کرنا ضروری ہے	52
تیسرا ضابطہ: جسے اسلام کی دعوت نہیں پہنچی ہو تو اس سے اس وقت تک قتال نہیں کیا جائے گا جب تک اس پر اسلام یا جزیہ یا قتال پیش نہ کیا جائے	54
چوتھا ضابطہ: ان سے قتال نہیں کیا جائے گا جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس کے لیے اذان دیتے ہیں	56
پانچواں ضابطہ: جہادِ دعوت و جہادِ دفاع دونوں میں کافروں سے صلح یا معاہدہ کر لینا جائز ہے	58
چھٹا ضابطہ: امام (حکمران) کی اطاعت واجب ہے بشرطیکہ وہ معصیت الٰہی میں نہ ہو	65
ساتواں ضابطہ: لشکر کو وصیتیں کرنا	68
مالِ غنیمت کے اعتبار سے جہاد کے ضوابط	
پہلا ضابطہ: مالِ غنیمت اور مالِ فيء میں فرق	72
دوسرا ضابطہ: پیادے کے لیے غنیمت کا ایک حصہ اور سوار کے لیے تین حصے	73
تیسرا ضابطہ: امام مصلحت کے پیش نظر دشمن کے غنائم میں سے مقررہ حصوں سے اوپر کچھ مزید بھی دے سکتا ہے	74
چوتھا ضابطہ: مال غنیمت میں خیانت کرنا حرام ہے	75
پانچواں ضابطہ: دشمن سے سلب کیے (چھینے) گئے مال میں خمس نہیں، بلکہ وہ اسی کا ہے جو ثبوت دے کہ اس نے اسے چھینا ہے	78
خاتمہ: اس مختصر سے تحقیق کا جو سنت نبوی سے ضوابط جہاد پر مشتمل تھی کا خلاصہ	80

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾(آل عمران:102)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہر گز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾(النساء:1)

(اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے) سے بھی (بچو)، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا، يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ

لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾(الاحزاب:70-71)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو، وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی)

فَإِنَّ خَيْرَ الْكَلَامِ كَلَامُ اللهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، وبعد:

میں نے اس تحقیق میں جہاد کے جملہ احکام میں سے کچھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں ان باتوں پر ہی اقتصار کیا ہے جن پر سنت نبوی ﷺ دلالت کرتی ہے اور میں نے اس کا نام "ضوابط الجهاد في السنة النبوية" رکھا ہے۔

یہ ایک تقریر تھی جو میں نے منگل وبدھ بمطابق 2،1 ربیع الاول 1425ھ کو بعنوان "الجهاد حقيقته وضوابطه" جامعہ کویت کی کلیۃ الدراسات الاسلامیہ قسم تفسیر والحدیث کی زیر انتظام ایک میٹنگ (کانفرنس) میں پیش کی۔

میں نے اسے تین فصول (حصوں) میں تقسیم کیا ہے:

فصل اول: ضوابط جہاد باعتبار حکم۔

فصل دوم: ضوابط جہاد باعتبار طریقۂ کار۔

فصل سوم: ضوابط جہاد باعتبار مال غنیمت۔

ابتداء میں میں نے ایک مقدمہ پیش کیا ہے جس میں نہایت اختصار کے ساتھ فضائل جہاد اور معصوم جانوں کا خون حلال کرنے کے خطرات پر روشنی ڈالی ہے اور بعض لوگوں کی سوچ میں جو یہ بات سرایت کرچکی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے کو جہاد کا نام دیتے ہیں سے بھی خبردار کیا ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ یہ بدعتیانہ جہاد ہے کیونکہ ایسے جہادی لوگ اس جہاد کے معاملہ میں شرعی حدود سے تجاوز کرگئے ہیں۔ چناچہ یہ جہاد اپنی خواہش، ہوائے نفس اور بدعت کی نصرت کے لئے ہے نا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے، لہذا یہ فی سبیل اللہ نہیں ہوسکتا! آخر میں وہ اہم امور بیان کئے جو اس تحقیق میں زیر بحث آئے اور اسی پر اختتام کیا۔

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ وہ ہم سب کو اس بات کی توفیق دے جسے وہ پسند کرتا اور اس سے راضی ہوتا ہے اور اس کانفرنس کے منتظمین کو جزائے خیر سے نوازے، اور اس سلسلے میں ان کی جدوجہد وتگ ودو کو ان کے موازین حسنات میں جگہ دے، اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرے، بیشک وہی تو بہت سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

كتبه

د. محمد بن عمر بن سالم بازمول

مقدمہ

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی بلند ترین چوٹی ہے۔ اور بلاشبہ جہاد نفس پر بھاری ہے کیونکہ یہ نام ہے دشمن کے خلاف جدوجہد کرنے اور جان کھپانے کا خواہ وہ (جہاد) دعوت ہو یا (جہاد) دفاع جس میں اپنی جان ومال اللہ تعالی کی راہ میں لٹایا جاتا ہے۔

امام الاثرم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نیکی کے باب میں ہم جہاد فی سبیل اللہ سے افضل کسی عمل کو نہیں پاتے۔

اور امام فضل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ (امام احمد بن حنبل) کو سنا جب ان کے سامنے غزوہ (جہاد) کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا کوئی بھی نیک عمل اس سے زیادہ افضل نہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی نسبت سے بعض دوسرے لوگوں نے یہ روایت کی: دشمن سے مڈبھیڑ کی مساوی کوشیء نہیں[1]۔

شرعی جہاد ہمیشہ اعلائے کلمۃ اللہ (اللہ کے کلمے کو بلند کرنے) کے لئے ہوتا ہے اور رہے گا۔ اور وہ اس وقت تک اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہے جب تک وہ شرعی امر ونہی کی حدود میں ہو، لیکن اگر وہ ان شرعی حدود سے تجاوز کر جائے گا جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تو وہ جہاد فی سبیل اللہ کہلائے جانے کے لائق نہیں رہے گا، بلکہ ایسا جہادی یا مجاہد اللہ تعالی کی شریعت سے باہر ہے اس کا جہاد اس کی بدعت یا ہوائے نفس کے

---

[1] المغني (350/8).

لئے ہے لہذا اس کا جہاد بدعتیانہ جہاد ہے!

اور ایسے بدعتیانہ جہاد کرنے والے جہادی کو مسلمانوں کی ایذاء رسانی سے روکنا خود جہاد فی سبیل اللہ ہے، کیونکہ اس سے مقصود اپنی ہوائے نفس اور اعلائے بدعت کے لئے لڑنے والے کے مقابلے میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑنا ہے۔

لہذا ہر وہ مجاہد جو جہاد کرنے کا دعویدار ہے اگر اس نے کتاب وسنت سے اعتصام نہیں کیا اور اپنے قتال میں ان حدود کی پاسداری نہیں کی جو اللہ تعالی نے مشروع کی ہیں اور ان باتوں سے اجتناب نہ کیا جن سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے تو اس کا جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہو سکتا۔

اور ان باتوں میں سے جن سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے وہ مسلمانوں کو ناحق قتل کرنا ہے، چناچہ حدیث میں آیا ہے کہ:

”عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبٌ شَهْرُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ. ثُمَّ قَالَ: أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟! قُلْنَا: بَلَى! قَالَ: فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ! قُلْنَا: بَلَى! قَالَ: فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ! قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ

وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا. وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ فَلَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِي كُفَّارًا أَوْ ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلَا لِيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلِّغُهُ يَكُونُ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ. ثُمَّ قَالَ: أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ"[2]

(ابن سیرین ابن ابی بکرہ سے روایت کرتے ہیں وہ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زمانہ گھوم پھر کر اپنے اسی حالت میں آگیا ہے جس وقت اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی چناچہ سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہوتا ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں، تین تو لگاتار ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور (چوتھا) رجب ہے جو (قبیلۂ) مضر کا مہینہ ہے جو جمادی (الثانی) اور شعبان کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا: یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں! پھر آپ کافی دیر خاموش رہے یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ آپ ﷺ عنقریب اس مہینے کا اسکے (اصل) نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھ دیں گے۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟! ہم نے کہا: بالکل! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں! پھر آپ کافی دیر خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ عنقریب اس شہر کا اسکے (اصل) نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھ دیں گے۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ شہر (مکہ) نہیں! ہم نے کہا: بالکل! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں! پھر آپ ﷺ کافی دیر خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ عنقریب اس دن کا اسکے (اصل) نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھ دیں گے۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن)

---

[2] أخرجه البخاري في كتاب العلم، باب قول النبي ﷺ: "رب مبلغ أوعى من سامع"، حديث رقم (67)، ومسلم في كتاب القسامة والمحاربين والقصاص، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، حديث رقم (1679)، واللفظ له.

نہیں! ہم نے کہا: بالکل یارسول اللہ ﷺ!۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پس تمہارے خون، اموال اور عزتیں بھی تم پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے اس دن کی تمہارے اس شہر و مہینے میں حرمت ہے۔ تم عنقریب اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہو جو تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔ تم کہیں میرے بعد کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبردار! جو شخص یہاں حاضر ہے وہ اس شخص تک جو یہاں موجود نہیں یہ بات پہنچادے۔ یہ عین ممکن ہے بعض وہ لوگ جن تک یہ بات پہنچائی جارہی ہے وہ بعض ان لوگوں سے جنہوں نے بات سنی ہے زیادہ اس کا فہم رکھتے ہوں۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے (پیغام الٰہی) پہنچادیا)۔

پس ہم میں سے کچھ لوگ پھر گئے اور دوسروں کی گردنیں مارنے لگے، اور اس چیز کو مباح ٹھہرالیا جو اللہ تعالی نے حرام کی تھی اور اسے جہاد کا نام دینے لگے۔ درحقیقت یہ بدعتیانہ جہاد ہے کیونکہ یہ اللہ تعالی کی مشروع کردہ حدود شریعت و منہج سے تجاوز ہے!

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م728ھ) فرماتے ہیں: بیشک جہاد اور ان لوگوں کے خلاف جو رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں تلوار شریعت کے ذریعہ برسرپیکار ہونا واجب ہوتا ہے اور اس فریضہ کا قیام جو انبیاء و مرسلین کی نصرت کے سلسلے میں ان کے مخالفین کے مخالفِ حق اقوال کے رد کے سلسلے میں واجب ہوتا ہے، یہ اللہ تعالی کے حکم کردہ ان افضل ترین اعمال میں سے ہے جن کے ذریعہ ہم اس کا تقرب حاصل کرتے ہیں، تاکہ یہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے نشان عبرت ہو اور ان جیسے باغی لوگوں کا قلع قمع کیا جائے۔ اور یہ کبھی تو فرض کفایہ ہوتا ہے اور کبھی اس پر فرض عین ہوتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ اس کے سوا کوئی اس کا قیام نہیں کررہا۔ کتاب وسنت حکم جہاد اور اس کے فضائل سے بھرے پڑے ہیں، لیکن یہ واجب ہے کہ ہم شرعی جہاد جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے اور ان گمراہ لوگوں کے بدعتیانہ جہاد میں امتیاز کریں جو

شیطان کی اطاعت میں جہاد کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ رحمن کی اطاعت میں جہاد کررہے ہیں۔ جیسا کہ اہل اہواء وبدعتیوں مثلاً خوارج اور ان جیسوں کا جہاد ہوتا ہے جو اہل اسلام کے خلاف اور ان ہستیوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے ان سے زیادہ قریب ہیں یعنی سابقین اولین (صحابہ) اور جنہوں نے تاقیام قیامت احسن طور پر ان کی پیروی کی۔۔۔اسی طرح وہ اہل اہواء جو اہل سنت پر خروج کرتے ہیں، اور اہل کتاب، مشرکین وتاتاریوں وغیرہ کے کافروں سے مدد حاصل کرتے ہیں یہ بھی اپنے دل میں اپنے آپ کو مجاہدین فی سبیل اللہ ہی تصور کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ نصاری بھی اپنے آپ کو مجاہدین تصور کرتے ہیں۔ جبکہ فی الحقیقت مجاہد تو صرف وہ ہے جو اس غرض سے جہاد کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا کلمہ بلند ہو اور دین تمام کا تمام اللہ تعالی کے لئے ہی ہو جائے جیسا کہ صحیحین میں حدیث ہے کہ سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ شَجَاعَةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً فَأَيُّ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ‘‘[3]

(ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور دریافت کیا: ایک شخص (قومی وقبائلی) حمیت میں قتال کرتا (لڑتا) ہے، اور ایک بہادری وشجاعت (کے جوہر دکھانے) کے لئے لڑتا ہے اور ایک ریاکاری، مشہوری وجگ سنوائی کے لئے لڑتا ہے تو ان میں سے کون فی سبیل اللہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ان میں کوئی نہیں بلکہ) جو اس لئے لڑے تاکہ اللہ تعالی کا کلمہ بلند ہو تو صرف وہ فی سبیل اللہ ہے)۔

اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

---

[3] أخرجه البخاري في كتاب التوحيد، باب قوله تعالى: {ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا}، حديث رقم (7458)، ومسلم في كتاب الأمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، حديث رقم (1904).

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾(الانفال:39)

(اور لڑو(کافروں سے) یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین مکمل اللہ تعالی کے لئے ہو جائے)

اور جہاد باللسان وہ(جہاد) ہے جو آپ ﷺ نے مکی سورتوں کی تعمیل میں کیا تھا جیسے اللہ تعالی کا یہ فرمان:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا. فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾(الفرقان:51-52)

(اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے، پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور ان کے خلاف اس(قرآن) کے ساتھ جہاد کریں، بہت بڑا جہاد)

جب اس طرح ہے تو جہاد کا اصل یہ ہے کہ دین تمام کا تمام اللہ تعالی کے لئے ہو جائے، وہ اس طرح کہ اس اکیلے ہی کے لئے عبادت خاص کر دینے کا دین ظاہر وغالب ہو، اور اس کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہے (وہ دین) دبا چھپا ہو یا باطل ومعدوم ہو جائے، جیسا کہ منافقین وذمیوں کے بارے میں فرمایا۔ اسی لئے جہاد ممکن نہیں جب تک تمام دلوں کی اصلاح نہ ہو جائے کیونکہ دلوں کی ہدایت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے اور اسی صورت میں کہیں جا کر جو دین غالب ہو گا وہ اللہ تعالی کا دین ہو گا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾(التوبة:33)

(وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں)

اور یہ بات معلوم ہے کہ سب سے بڑھ کر اللہ کے دین کی متضاد شئ شرک ہے، اسی لئے مشرکین سے جہاد

سب سے بڑا جہاد ہو گا۔ جیسا کہ سابقین اولین کا جہاد تھا اور آپ ﷺ یہ فرما چکے ہیں:

"مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ"[4]

اور کلمہ سے مراد یا تو خود وہ معین کلمہ یعنی توحید ہے لاالہ الااللہ (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں) اس لحاظ سے یہ بالکل اس (مندرجہ بالا) آیت کا ہی طرز بیان ہوا، یا پھر اس سے مراد جنس (کلمہ) ہے یعنی جو کچھ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے وہ ہر قول سے اعلی وغالب ہو اور وہ کتاب پھر سنت ہے۔ پس جو وہ کہے جو رسول ﷺ نے کہا اور اس چیز کا حکم دے جس کا آپ ﷺ نے حکم دیا اور اس چیز سے منع کرے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تو وہ اللہ تعالی کے کلمہ کو قائم کرنے والا ہے، اور جو ایسی بات کرے جو رسول ﷺ کی بات کے مخالف ہو تو ایسا شخص خود اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے خلاف جہاد کیا جائے[5]۔

اسی وجہ سے علماء کرام اور ان کے طلاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ شرعی جہاد اور اس کے ضوابط کا اظہار کرنے کی ہمت کریں، اور اس کے اور بدعتیانہ جہاد کے درمیان فرق کو بیان کرنے کے لیے کمربستہ ہو جائیں!

جہاد کے موضوع پر نبی اکرم ﷺ سے وارد شدہ سنت کا تتبع واستقراء کرنے سے موضوع جہاد سے متعلق ضوابط کو تین جہتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلی جہت: ضوابط جہاد باعتبار حکم۔

---

4 حدیث گزر چکی ہے۔

5 الرد على الأخنائي ص326-329۔

دوسری جہت: ضوابط جہاد باعتبار طریقۂ کار۔

تیسری جہت: ضوابط جہاد باعتبار مال غنیمت۔

اب ان کا بیان ہوا چاہتا ہے۔

ضوابط جہاد باعتبار حکم

اس میں مندرجہ ذیل ضوابط ہیں:

پہلا ضابطہ
نوعیت کے اعتبار سے حکم جہاد میں تفریق

جہاد فی سبیل اللہ دو اقسام پر مشتمل ہے جن کے درمیان باعتبار حکم شارع نے فرق رکھا ہے، اور وہ یہ ہیں:

پہلی نوعیت: دفاعی جہاد۔

دوسری نوعیت: جہادِ طلب ودعوت۔

دفاعی جہاد تو واجب و متعین ہے ہر اس شخص پر جس کی سرزمین پر دشمن حملہ آور ہوا ہے۔ جبکہ جہاد طلب ودعوت فرض کفایہ ہے، اگر کچھ مسلمان اسے ادا کررہے ہوں تو باقی ماندہ مسلمانوں پر سے ساقط ہوجاتا ہے، اس نوعیت کا جہاد ہر ایک پر فرض عین نہیں ہوتا۔

علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے وہ احوال بیان کئے ہیں جن میں جہاد فرض عین ہوتا ہے، اور وہ یہ ہیں:

1- اگر دشمن کسی سرزمین پر حملہ آور ہو جائے تو وہاں کے ہر مسلمان پر دفاع کرنا واجب ہو جاتا ہے اور یہ دفاعی جہاد ہے۔

2- اگر امام (ولیٔ امر/حاکم) جہاد کے لئے کچھ اشخاص کا تعین کردے تو ان پر بھی جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔
3- دشمن سے مدمقابل ہوتے وقت بشرطیکہ دشمن کی تعداد مسلمانوں سے تین گنا زیادہ نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾(الأنفال:66)
(اب اللہ نے تم سے (بوجھ) ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

اگر کفار مسلمانوں کے تین گناہ ہوں تو ان پر قتال واجب نہیں، اور ان کے لئے فرار ہونا صحیح ہے، مگر ایسا جہاد طلب و دعوت کے معاملے میں ہو گا۔
4- اگر امام نفیر عام (عام اعلان) کر دے، کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى

الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ، اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾(التوبة:39)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا، اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمہارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو سکو گے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا:

’’لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا‘‘[6]

(اب (مکہ سے مدینہ) ہجرت نہیں مگر جہاد اور اس کی نیت کرنا ہے اور اگر تمہیں (جہاد کے لیے) نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑو)۔

5- اگر اس کی اشد ضرورت ہو اور (اسے کرنے کے لئے) اس کے سوا کوئی موجود ہی نہ ہو تو وہ اس پر فرض عین ہو گا[7]۔

---

[6] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد، باب لا هجرة بعد الفتح، حديث رقم (3077)، ومسلم في كتاب الإمارة باب المبايعة بعد الفتح حديث رقم (1353).

[7] دیکھیں الشرح الممتع (1014/8).

دوسرا ضابطہ
جہاد محض دفاعی نہیں ہوتا

جہاں تک دفاعی جہاد کا تعلق ہے تو اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔

جبکہ جہاد طلب ودعوت(8) پر سنت نبوی ﷺ دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ اپنی فوجوں اور سرایا کو لوگوں

---

8 بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ شرعی جہاد صرف دفاعی جہاد ہوتا ہے طلبی نہیں۔ اور وہ کچھ آیات سے استدلال کرتے ہیں جن کا جواب شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لیکچر بعنوان: ''ليس الجهاد للدفاع فقط'' (جہاد محض دفاعی نہیں ہوتا) میں دیا تھا جب آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں نائب رئیس تھے۔ یہ لیکچر آپ نے موسم دروس سن 1388-1389ھ کی ابتدا میں دارالحدیث مدینہ میں ارشاد فرمایا۔ بعدازیں یہ آپ کے مجموع الفتاوی (3/171-201) میں بھی نشر ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاد صرف دفاعی ہی ہوسکتا ہے کے قائلین جن تین آیات سے چمٹے ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:
پہلی: اللہ تعالی کا ارشاد گرامی: ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا﴾ (البقرۃ: 190) (اور ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو) اور اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ نہیں کہ جہاد صرف دفاع کے لئے ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے قتال صرف اس سے کیا جائے گا جو اس لائق ہو جیسے کہ ایک مرد جو قوی ہو۔ جبکہ انہیں چھوڑنا ہوگا جن کی بس میں قتال نہیں جیسے عورت یا بچہ اور ان جیسے لوگ۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا: ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ (البقرۃ: 193) (اور ان سے قتال کرو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ

کے لیے ہو جائے) جو اس قول کے بطلان کو واضح کرتا ہے۔ اور اگر جو یہ کہتے ہیں صحیح بھی ہو تب بھی یہ آیتِ سیف سے منسوخ ہو گئی ہے اور معاملہ ختم ہو گیا الحمدللہ۔

اور وہ دوسری آیت جس سے اس قول کے قائلین کہ جہاد صرف دفاعی ہوتا ہے استدلال کرتے ہیں، یہ فرمان الہی ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرۃ: 256) (دین میں کوئی زبردستی وجبر نہیں) حالانکہ اس میں ان کے لیے کوئی حجت نہیں کیونکہ صحیح تر قول کے مطابق یہ اہل کتاب، مجوس اور ان جیسوں کے ساتھ مخصوص ہے کہ انہیں اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اگر وہ جزیہ ادا کرتے ہیں۔ یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے اس آیت کی تفسیر میں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت سیف سے منسوخ ہے۔ لیکن نسخ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ اہل کتاب کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ اس کی تفسیر میں صحابہ کرام وسلف کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ یہ اہل کتاب اور ان جیسوں کے ساتھ مخصوص ہے اگر وہ جزیہ ادا کریں تو انہیں مجبور نہیں کیا جائے گا، اسی طرح سے جو ان سے ملحق ہیں جیسے مجوس وغیرہ اگر وہ جزیہ دیں تو پھر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ آئمہ حدیث واصول کے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ ہم نسخ کی طرف نہیں جاتے جب تک دو نصوص میں جمع کرنا ممکن ہو۔ اور آپ نے یہ جان ہی لیا ہے کہ ان میں جمع کرنا ممکن ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے اور جزیہ دینے دونوں سے انکار کریں تو پھر ان سے قتال کیا جائے گا جیسا کہ دیگر آیات کریمہ سے ثابت ہے۔

اور وہ تیسری آیت جس سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جن کے نزدیک جہاد صرف دفاعی ہی ہو سکتا ہے وہ سورۂ نساء کی یہ آیت ہے: ﴿فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا﴾ (النساء: 90) (تو اگر وہ تم سے الگ رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان پر زیادتی کا کوئی راستہ نہیں رکھا) وہ کہتے ہیں: جو ہم سے الگ رہے اور ہم سے نہ لڑے تو ہم بھی اس سے اپنے ہاتھ روکے رکھیں گے۔ اور آپ یہ جان چکے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی کمزوری کی حالت کا حکم ہے جب انہوں نے شروع شروع میں مدینہ ہجرت کی تھی پھر یہ آیت سیف سے

کی دعوت اور اسلام کی خاطر ان سے قتال کے لئے روانہ فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ“[9]

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، اور زکوۃ ادا کریں۔ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو انہوں نے اپنی جان و مال مجھ سے بچالئے مگر اسلام کے (حدود کے نفاذ اور اس کے) حق کے ساتھ (انہیں قتل کیا جا سکتا ہے) اور ان کا (باقی) حساب اللہ تعالی پر ہے)۔

اور جہاد طلب کی دلیل میں یہ نص صریح ہے اور اس پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ میں انتظار میں بیٹھے نہیں رہے کہ کوئی ان پر حملہ کرے تو وہ دفاع کریں بلکہ اپنے لشکر اور فوجیں و سرایا روانہ فرمائے تاکہ کافروں سے قتال کیا جا سکے اور انہیں اسلام کی دعوت دی جا سکے، الا یہ کہ وہ

منسوخ ہو گیا اور اس کا کام تمام ہو گیا۔ یا پھر یہ اس پر محمول ہے کہ یہ حکم جب کبھی مسلمان کمزوری کی حالت میں ہوں اس کا ہے لیکن اگر انہیں قوت حاصل ہو جائے تو انہیں قتال کا حکم ہے جیسا کہ دوسرا قول آپ جان چکے ہیں یعنی عدم نسخ کا قول۔ اس طرح سے آپ پر اس قول کا بطلان ظاہر ہو گا اور یہ کہ اس کی کوئی اساس و بنیاد نہیں اور نہ ہی اس قول کے صحت کی کوئی صورت بنتی ہے۔

[9] أخرجه البخاري في كتاب الإيمان باب {فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة}، حديث رقم (25)، ومسلم في كتاب الإيمان باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا: لاإله إلا الله ومحمد رسول اللهρ، حديث رقم (22).

اپنے ہاتھوں سے ذلیل ہو کر جزیہ دیں۔ جو کچھ بیان ہوا اس کی تائید اس فرمان الہی سے بھی ہوتی ہے کہ:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (الانفال:39)

(اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آجائیں تو بے شک اللہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے)

اور یہ حدیث رسول ﷺ جو کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ''[10]

(جب تم بیع عینہ (ایک قسم کا سودی معاملہ) کرنے لگو گے، اور بیلوں کی دمیں تھام لو گے اور محض کھیتی باڑی پر ہی اکتفاء کر کے بیٹھ جاؤ گے اور اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دو گے تو اللہ تعالی تم پر ایسی ذلت مسلط کرے گا جو تم پر سے ہر گز نہ اٹھے گی یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف رجوع کرو)۔

تیسرا ضابطہ

شرعی اور بدعتی جہاد میں فرق

---

[10] أخرجه أبوداود في كتاب البيوع، باب في النهي عن العينة، حديث رقم (3462). وإسناده حسن.

سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

”جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ شَجَاعَةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً فَأَيُّ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ“[11]

(ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور دریافت کیا: ایک شخص (قومی وقبائلی) حمیت میں قتال کرتا (لڑتا) ہے، اور ایک بہادری وشجاعت (کے جوہر دکھانے) کے لئے لڑتا ہے اور ایک ریاکاری، مشہوری وجگ سنوائی کے لئے لڑتا ہے تو ان میں سے کون فی سبیل اللہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ان میں کوئی نہیں بلکہ) جو اس لئے لڑے تاکہ اللہ تعالی کا کلمہ بلند ہو تو صرف وہ فی سبیل اللہ ہے)۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مجاہد وہی ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑتا ہے اور اس لیے کہ دین مکمل اللہ تعالی کے لیے ہو جائے۔ پس جو بدعت کے اعلاء (سربلندی) کے لیے جہاد کرتا ہے تو وہ فی سبیل اللہ نہیں ہے۔اسی طرح سے جو اللہ تعالی کے مشروع کردہ طریقے کے مطابق جہاد نہیں کرتا تو وہ بھی فی سبیل اللہ نہیں ہے۔اسے یہ اعتقاد فائدہ نہیں دے گا کہ وہ اپنے نفس میں یقین رکھتا ہے کہ وہ فی سبیل اللہ جہاد کررہا ہے!

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بیشک جہاد اور ان لوگوں کے خلاف جو رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں تلوار شریعت کے ذریعہ برسرپیکار ہونا واجب ہوتا ہے اور اس فریضہ کا قیام جو انبیاء ومرسلین کی نصرت کے سلسلے میں ان کے مخالفین کے مخالفِ حق اقوال کے رد کے سلسلے میں واجب ہوتا ہے، یہ اللہ تعالی کے حکم

---

[11] حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

کردہ ان افضل ترین اعمال میں سے ہے جن کے ذریعہ ہم اس کا تقرب حاصل کرتے ہیں، تاکہ یہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے نشانِ عبرت ہو اور ان جیسے باغی لوگوں کا قلع قمع کیا جائے۔ اور یہ کبھی تو فرض کفایہ ہوتا ہے اور کبھی اس پر فرض عین ہوتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ اس کے سوا کوئی اس کا قیام نہیں کر رہا۔ کتاب وسنت حکم جہاد اور اس کے فضائل سے بھرے پڑے ہیں، لیکن یہ واجب ہے کہ ہم شرعی جہاد جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے اور ان گمراہ لوگوں کے بدعتیانہ جہاد میں امتیاز کریں جو شیطان کی اطاعت میں جہاد کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ رحمن کی اطاعت میں جہاد کر رہے ہیں۔ جیسا کہ اہل اہواء وبدعتیوں مثلاً خوارج اور ان جیسوں کا جہاد ہوتا ہے جو اہل اسلام کے خلاف اور ان ہستیوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے ان سے زیادہ قریب ہیں یعنی سابقین اولین (صحابہ) اور جنہوں نے تاقیام قیامت احسن طور پر ان کی پیروی کی۔۔۔۔ اسی طرح وہ اہل اہواء جو اہل سنت پر خروج کرتے ہیں، اور اہل کتاب، مشرکین وتاتاریوں وغیرہ کے کافروں سے مدد حاصل کرتے ہیں یہ بھی اپنے دل میں اپنے آپ کو مجاہدین فی سبیل اللہ ہی تصور کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ نصاری بھی اپنے آپ کو مجاہدین تصور کرتے ہیں۔ جبکہ فی الحقیقت مجاہد تو صرف وہ ہے جو اس غرض سے جہاد کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا کلمہ بلند ہو اور دین تمام کا تمام اللہ تعالی کے لئے ہی ہو جائے جیسا کہ صحیحین میں حدیث ہے کہ سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور دریافت کیا: ایک شخص (قومی وقبائلی) حمیت میں قتال کرتا (لڑتا) ہے، اور ایک بہادری وشجاعت (کے جوہر دکھانے) کے لئے لڑتا ہے اور ایک ریاکاری، مشہوری وجگ سنوائی کے لئے لڑتا ہے تو ان میں سے کون فی سبیل اللہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ان میں کوئی نہیں بلکہ) جو اس لئے لڑے تاکہ اللہ تعالی کا کلمہ بلند ہو تو صرف وہ فی سبیل اللہ ہے)۔ اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: (اور لڑو (کافروں سے) یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین مکمل اللہ تعالی کے لئے ہو جائے) (الانفال: 39) اور جہاد باللسان وہ (جہاد) ہے جو آپ ﷺ نے مکی سورتوں کی تعمیل میں کیا تھا جیسے اللہ تعالی کا یہ فرمان: (اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے،

پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور ان کے خلاف جہاد کریں، بہت بڑا جہاد)(الفرقان: 51-52) جب اس طرح ہے تو جہاد کا اصل یہ ہے کہ دین تمام کا تمام اللہ تعالی کے لئے ہو جائے، وہ اس طرح کہ اس اکیلے ہی کے لئے عبادت خاص کر دینے کا دین ظاہر و غالب ہو، اور اس کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہے (وہ دین) دبا چھپا ہو یا باطل و معدوم ہو جائے، جیسا کہ منافقین وذمیوں کے بارے میں فرمایا۔ اسی لئے جہاد ممکن نہیں جب تک تمام دلوں کی اصلاح نہ ہو جائے کیونکہ دلوں کی ہدایت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے اور اسی صورت میں کہیں جا کر جو دین غالب ہو گا وہ اللہ تعالی کا دین ہو گا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں)(التوبة: 33) اور یہ بات معلوم ہے کہ سب سے بڑھ کر اللہ کے دین کی متضاد شئ شرک ہے، اسی لئے مشرکین سے جہاد سب سے بڑا جہاد ہو گا۔ جیسا کہ سابقین اولین کا جہاد تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ" اور کلمہ سے مراد یا تو خود وہ معین کلمہ یعنی توحید ہے لا الہ الا اللہ (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں) اس لحاظ سے یہ بالکل اس (مندرجہ بالا) آیت کا ہی طرز بیان ہوا، یا پھر اس سے مراد جنس (کلمہ) ہے یعنی جو کچھ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ ہر قول سے اعلی و غالب ہو اور وہ کتاب پھر سنت ہے۔ پس جو وہ کہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور اس چیز کا حکم دے جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اس چیز سے منع کرے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تو وہ اللہ تعالی کے کلمہ کو قائم کرنے والا ہے، اور جو ایسی بات کرے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے مخالف ہو تو ایسا شخص خود اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے خلاف جہاد کیا جائے[12]۔

اس کلام کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی (شرعی طور پر) معصوم جان خواہ وہ مسلمان ہو، یا ذمی (جزیہ دینے والے)، یا معاہد (معاہدے کے تحت مسلم ملک میں آنے والے)، یا مستأمن (جسے مسلمانوں نے امان دی ہو)، یا سفیر

12 یہ مکمل کلام پہلے بھی گزر چکا ہے۔

کو قتل کرے یا اپنے جہاد میں شرعی حدود کی پاسداری نہ کرے جیسے اس کا جہاد مسلمان حکمران وقت کے جھنڈے تلے نہ ہو، اور جو اپنے جہاد میں ایسا منہج اپنائے جو شریعت الٰہی کے خلاف ہو تو اس کا جہاد بدعتی جہاد ہے۔ اہل ضلالت و گمراہی اور اہل اہوا کا جہاد اعلائے کلمۃ اللہ کے لے جہاد نہیں ہے، کیونکہ یہ جہادی لوگ اس چیز سے نہیں رکے جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی۔ چناچہ یہ مخالفین لوگ تو خود اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے بلکہ ان کے خلاف جہاد کرنا فی سبیل اللہ جہاد کہلائے گا۔

چوتھا ضابطہ

جہاد طلب ودعوت صرف قوت وقدرت کی حالت میں ہی ہو سکتا ہے

اور یہی اصول ہے تمام تکالیف اسلام کا کہ کسی بھی شرعی تکلیف (جس کام کا اللہ نے مکلف بنایا ہے) کے لیے قدرت شرط ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرۃ:286)

(اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق)

اور فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰـهَا﴾ (الطلاق:7)

(اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے)

اور فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن:16)

(سو استطاعت بھر اللہ تعالی سے ڈرتے رہو)

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ"[13]

(جب تک میں تمہیں چھوڑے رہوں تم بھی مجھے چھوڑ دیا کرو کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اسی لیے تو ہلاک ہوئے تھے کہ وہ (بلاوجہ باکثرت) سوال کرتے اور اپنے انبیاء کرام سے اختلاف کرتے تھے۔ پس جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو اور جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو اپنی استطاعت بھر اسے بجالاؤ)۔

اور مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے اس بات کو مزید تقویت ملتی ہے کہ جہاد طلب کو شروع کرنے کے لیے طاقت شرط ہے:

1-اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (الانفال:60)

[13] أخرجه البخاري في كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله، حديث رقم (7288)، ومسلم في كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث رقم (1337).

(اوران کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمہاری طرف پوری لوٹائی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا)

اور ابی علی ثمامہ بن شفی سے حدیث مروی ہے کہ انہوں نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر کھڑے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ"[14]

(اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ: (اوران دشمنوں کے خلاف استطاعت بھر قوت سے تیاری رکھو)(الانفال:60) سنو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے، سنو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے، سنو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے)۔

اس سے ثابت ہوا کہ دشمن سے قتال کے لیے طاقت شرط ہے اور سب سے مفید قوت رمی (تیر اندازی یا دور سے وار کرنے والا کوئی بھی ہتھیار) ہے۔اور اس آیت اور حدیث میں اشارہ ہے کہ قتال وجہاد سے قبل قوت تیار کرنا ضروری ہے۔اگر قوت نہ ہو تو کوئی جہاد وقتال نہیں الا یہ کہ دشمن ہماری زمین پر دھاوا بول دے!

2-اللہ تعالی نے جہاد کے وجوب کے لیے جس تعداد کی شرط لگائی ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان مرد کے مقابلے میں دو دشمن، جیسا کہ فرمان الہی ہے:

---

[14] أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب فضل الرمي، والحث عليه، حديث رقم (1917).

﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (الأنفال:66)

(اب اللہ نے تم سے (بوجھ) ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

اللہ تعالی نے مسلمانوں پر قتال واجب نہیں فرمایا اگر کافروں کی تعداد اس سے زیادہ ہو۔ اور ایسا جہاد طلب ودعوت میں ہوگا بر خلاف دفاعی جہاد کے جیسا کہ معرکۂ احد وخندق میں ہوا۔ کیونکہ (جیسا کہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا) کفار یوم احد وخندق میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھے لیکن وہ جہاد ان پر واجب تھا کیونکہ وہ جہاد ضرورت ودفاع تھا نا کہ اختیاری جہاد[15]۔

3- اور مزید اس بات کی دلیل کہ جہاد کے لیے قدرت شرط ہے وہ حدیث بھی ہے جو سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

"ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذَلِكَ فِينَا فَقَالَ: مَا شَأْنُكُمْ؟ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَّعْتَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ!"

(رسول اللہ ﷺ نے ایک صبح دجال کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے کبھی تحقیر کی (یعنی گھٹایا) اور کبھی بڑا کر کے

[15] تضمين من كلام ابن القيم في الفروسية ص97.

بیان فرمایا[16] یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے۔ پس جب ہم شام کو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اس کے آثار ہمارے چہروں پر دیکھے تو فرمایا تمہارا کیا حال ہے ؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے صبح دجال کا ذکر کیا اور اس میں آپ نے کبھی تحقیر کی اور کبھی اس فتنے کو بڑا کر کے بیان کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ یہیں کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے!)

اس حدیث میں دجال کا ذکر ہے پھر سیدنا عیسی ابن مریم علیہما السلام کے نزول کا ذکر ہے چناچہ آگے آپ ﷺ نے فرمایا:

''إِذْ بَعَثَ اللهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ إِلَى عِيسَى: إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا

16اس بارے دو قول ہیں حقیر اس معنی میں کہ اللہ نے اسے کانا کر دیا، اور وہ اللہ کے یہاں اس سے بھی آسان تر ہے، اور وہ کسی کو قتل تک نہیں کر پائے گا سوائے اس شخص کے پھر اس سے بھی عاجز آجائے گا اور اس کا بھانڈا پھوٹ جائے گا اور اس کے بعد وہ اور اس کے متبعین قتل کر دیے جائیں گے۔ اور بڑا کر کے بیان کیا کا مطلب ہے کہ اس کا فتنہ وامتحان عظیم ہو گا کیونکہ اس کے پاس یہ خارق عادت امور ہوں گے، اور ہر نبی نے اس سے خبر دار فرمایا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ﷺ اس کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کبھی اپنی آواز ہلکی کرتے تو کبھی بلند۔ (شرح صحیح مسلم) (توحید خالص ڈاٹ کام)

لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةً مَاءٌ وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللهِ فَيُرْسِلُ اللهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ‘‘[17]

((دجال کے فتنے کے دوران) اللہ تعالی سیدنا عیسی بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے ۔جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید

[17] أخرجه مسلم في كتاب الفتن وأشراط الساعة باب ذكر الدجال وصفته وما معه، حديث رقم (2937).

موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جو کافر بھی ان کی خوشبو سونگھے گا وہ مرے بغیر رہ نہ سکے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ پس وہ اسے (دجال کو) تلاش کریں گے، یہاں تک کے اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے۔ پھر سیدنا عیسی بن مریم علیہما السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جسے اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، پس وہ ان کے چہروں پر شفقت سے اپنا دست مبارک پھیریں گے اور انہیں جنت میں ملنے والے ان کے درجات بتائیں گے۔ پس اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالی سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل فرمائیں گے کہ: یقیناً اب میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں، لہذا آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لیے طور کی طرف لے جائیں۔ پھر اللہ تعالی یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچائی سے دوڑتے چلے آئیں گے۔ ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبرستان پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی پی جائیں گی پھر ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود ہوا کرتا تھا اور اللہ کے نبی سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے لیے (کھانے کی قلت کے سبب) بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے لیے آج کل کے سو دینار سے افضل و بہتر ہو گی۔ پھر اللہ کے نبی سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالی یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا، وہ ایک جان کی موت کی طرح سب کے سب یک لخت مر جائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت کی جگہ بھی یاجوج ماجوج کی لاشوں اور ان کے تعفن اور بدبو سے انہیں خالی نہ ملے گی۔ پھر اللہ کے نبی سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی دعاء کریں گے تو اللہ تعالی بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ چاہے گا وہ انہیں وہاں پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالی بارش بھیجے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینے کی طرح صاف ہو جائے گا اور زمین مثل باغ یا حوض کے دھل جائے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اگا دے اور اپنی برکت کو لوٹا دے۔ پس ان دنوں ایسی برکت ہو گی کہ ایک انار کو ایک پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے میں سایہ

حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت دے دی جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی (ولادت کے قریب جس کے تھن خوب بھرے ہوئے ہوتے ہیں) قبیلہ کے لوگوں کے لیے کافی ہو جائے گی اور ایسے ہی ایک دودھ دینے گائے ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہو گی، اور ایک دودھ دینے والی بکری پوری گھرانے کے لیے کفایت کر جائے گی۔ اسی دوران اللہ تعالی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے تک پہنچ جائے گی، پھر ہر مومن اور ہر مسلمان کی روح قبض کر لی جائے گی اور صرف بدترین لوگ ہی باقی رہ جائیں گے، جو گدھوں کی طرح کھلے عام آپس میں جماع کریں گے، پس انہیں پر قیامت قائم ہو گی)۔

پس اس حدیث میں ہے کہ جب سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جو ان کے ساتھ مومنین ہوں گے ان کے پاس یاجوج وماجوج سے قتال کی طاقت نہیں ہو گی تو اللہ تعالی انہیں حکم دیں گے کہ ان سے قتال و جہاد نہ کرو، پھر امت مسلمہ کا اب کیا حال ہے جبکہ ان کی قوت وقدرت بہت کمزور ہے؟!

اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث تو دفاعی جہاد سے متعلق ہے جبکہ ہمارا کلام تو جہاد طلب پر ہو رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر طاقت وقدرت دفاعی جہاد میں شرط ہے جیسا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے تو پھر جہاد طلب ودعوت کے لیے تو بالاولی شرط ہو گی۔

ایک ملاحظہ اور بھی کہ سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ بارے میں جو ذکر ہوا کہ آپ امت اسلام امت دعوت رسول اللہ ﷺ میں ہو کر آئیں گے (یعنی اسی شریعت کے پابند ہوں گے) تو پھر کیا وجہ ہے کہ جہاد وقتال نزول سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت عدم طاقت وقدرت کی وجہ سے ممنوع ہو جائے لیکن آج واجب ہو؟!

سعودی عرب کی دائمی کمیٹی برائے فتوی نے بھی یہی فتوی دیتے ہوئے کہا: جہاد اعلائے کلمۃ اللہ، دین اسلام

کی حفاظت اوراس کے ابلاغ ونشر کے امکانات حاصل کرنے اوراس کی حرمتوں کی حفاظت کرنے کے لیے اس پر فرض ہوتاہے جس کے لیے یہ ممکن ہواور وہ اس کی قدرت رکھتا ہو۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ فوج کی تیاری وتنظیم ہوتاکہ کہیں افراتفری کا شکار نہ ہوجائے اور ایسی بات کا سامنا نہ کرنا پڑے جس کے ناقابل ستائش نتائج مرتب ہوں۔ اسی لیے اسے شروع کرنا اور اس میں داخل ہونا مسلمانوں کے حکام کا کام ہے، جبکہ حکام کے اعلان کے بعد علماء کو چاہیے کہ لوگوں کو اس پر ابھاریں۔ پس جب یہ شروع ہوجائے اور مسلمان نکل پڑیں تو پھر اس شخص پر واجب ہے جو اس کی قدرت رکھتا ہو کہ وہ بھی ان کی پکار پر لبیک کہے، خالص اللہ کی رضا کے لیے، حق بات کی نصرت کرنے اور اسلام کی حفاظت کرنے کی امید میں، جو شخص اس قسم کے جہاد سے پیچھے رہا جبکہ تمام داعیات موجود تھے اور کوئی عذر بھی نہ تھا تو وہ گنہگار ہے[18]۔

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (م 1421ھ) فرماتے ہیں: جہاد کے لیے شروط لازمی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ مسلمانوں کے پاس اتنی قدرت وقوت ہو کے وہ قتال کرسکیں۔ اگر ان کے پاس قدرت نہ ہو تو پھر اپنے آپ کو جہاد میں ڈالنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے مسلمانوں پر اس وقت جہاد فرض نہیں فرمایا جبکہ وہ مکہ میں تھے کیونکہ وہ اس وقت عاجز اور کمزور تھے، پھر جب انہوں نے مدینہ ہجرت کی اور ایک اسلامی ریاست کا قیام ہوا اور انہیں وہ شان وشوکت (طاقت) حاصل ہوگئی تب انہیں قتال کا حکم دیا گیا[19]۔

پانچواں ضابطہ

---

[18] فتاوى اللجنة (12/12) . وهذه الفتوى صدرت بتوقيع فضيلة المشايخ: عبدالله بن قعود، و عبدالله بن غديان، و نائب الرئيس عبد الرزاق عفيفي، ورئاسة عبد العزيز بن عبدالله بن باز، رحمهم الله وغفر لهم.

[19] الشرح الممتع (8/9-10).

جہاد تا قیام قیامت جاری رہے گا مسلمانوں کی قوت اور کمزوری دونوں حالتوں میں

تلوار کے ذریعے جہاد مسلمانوں کی قوت کی صورت میں ہوگا جبکہ حجت، دلیل، برہان، لسان و قلب سے جہاد کمزوری کی حالت میں ہوگا۔اور یہی معنی ہے اس حدیث کا جو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ يُرِدْ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ. وَلَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“[20]

(اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ و فقہ دے دیتا ہے۔اور مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا گروہ حق پر قتال کرتا رہے گا، یہ لوگ قیامت تک اپنی مخالفت کرنے والوں پر غالب رہیں گے)۔

عبدالرحمن بن شماسہ المہری سے روایت ہے فرمایا میں مسلمہ بن مخلد کے پاس تھا جبکہ ان کے پاس سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، تو عبداللہ نے فرمایا:

”لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ الْخَلْقِ هُمْ شَرٌّ مِنْ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَدْعُونَ اللهَ بِشَيْءٍ إِلَّا رَدَّهُ عَلَيْهِمْ. فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ فَقَالَ لَهُ مَسْلَمَةُ: يَا عُقْبَةُ اسْمَعْ مَا يَقُولُ عَبْدُ اللهِ؟ فَقَالَ عُقْبَةُ: هُوَ أَعْلَمُ وَأَمَّا أَنَا فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى أَمْرِ اللهِ قَاهِرِينَ لِعَدُوِّهِمْ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: أَجَلْ ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ رِيحًا كَرِيحِ الْمِسْكِ مَسُّهَا

20 أخرجه البخاري في كتاب العلم، باب من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين، حديث رقم (71).

مَسُّ الْحَرِيرِ فَلَا تَتْرُكُ نَفْسًا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ الْإِيمَانِ إِلَّا قَبَضَتْهُ ثُمَّ يَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ عَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ"[21]

(قیامت قائم نہیں ہو گی مگر بد ترین مخلوق پر جو اہل جاہلیت سے بھی زیادہ برے ہوں گے وہ اللہ تعالی سے جو بھی دعاء کریں گے مگر وہ دعاء رد کر دی جائے گی۔ اسی دوران ان کے پاس سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے تو مسلمہ نے کہا: اے عقبہ ! سنو عبداللہ کیا کہتے ہیں تو عقبہ نے کہا وہ بہتر جاننے والے ہیں اور بہر حال میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں سے ایک چھوٹا سا گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا، ان کی مخالفت کرنے والا انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اسی حالت میں قیامت واقع ہو جائے گی اور وہ اسی منہج پر ہوں گے۔ تو عبداللہ نے کہا: اسی طرح ہی ہے پھر اللہ تعالیٰ مشک کی خوشبو کی طرح کی ہوا بھیجے گا، جس کا چھونا ریشم کے چھونے کی طرح ہو گا تو یہ ہوا کسی ایسے نفس کو قبض کئے بغیر نہیں چھوڑے جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو گا۔ پھر بد ترین لوگ باقی رہ جائیں گے اور انہی پر قیامت قائم ہو گی)۔

ان دونوں احادیث کا یہ معنی ہے کہ جہاد ہر زمانے میں جاری رہے گا اور مسلمان اس وقت تک اس کو منقطع نہیں کریں گے جب تک یہ پاک ہوا نہیں چلتی جس کا اوپر ذکر ہوا۔ لیکن اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ یہاں جہاد سے مراد اس کی تمام انواع ہیں۔ یعنی قدرت و قوت کی صورت میں تلوار کے ذریعے جہاد اور کمزوری اور عدم قدرت کی حالت میں حجت و برہان اور دل سے جہاد۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالی اپنا یہ حکم لایا کہ اس نے وعدہ کیا ہے اس دین کے غلبے اور

---

[21] أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: "لا تزال طائفة من أمتي"، حديث رقم (1924).

مومنین کو عزت حاصل ہونے کا، اور اپنے رسول ﷺ کو معاہدین سے برأت کرنے کا[22]، اور تمام مشرکین سے اور اہل کتاب سے قتال کرنے کا:

﴿حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾(التوبۃ:29)[23]

(یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں)

یہ دراصل اس صبر و تقوی کا نتیجہ تھا جس کا پہلے پہل ان کو اللہ تعالی نے حکم دیا تھا۔ اس وقت مدینہ کے یہود سے اور نہ کسی اور سے جزیہ لیا جاتا تھا۔ پس یہ آیات ہر اس مومن کے حق میں باقی رہیں گی جو کمزور ہو اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اپنے ہاتھ یا زبان سے مدد نہ کر سکتا ہو۔ تو وہ جس پر قادر ہے یعنی اپنے دل وغیرہ سے ان کی مدد کرے۔ اور معاہدین کو ذلیل کرنے والی آیت ہر اس مومن کے حق میں ہے جو قوی اور قادر ہے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اپنے ہاتھ یا زبان سے مدد کر سکتا ہے۔ ان آیات اور ان جیسی

---

22 اللہ تعالی کے اس قول کی طرف اشارہ ہے: ﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾(التوبۃ: 1) (اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں کی طرف بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے جن سے آپ نے معاہدہ کیا تھا)۔

23 اس آیت اقتباس ہے: ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾(التوبۃ: 29) (لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر جزیہ دیں)۔

دیگر آیات پر مسلمان رسول اللہ ﷺ کی عمر کے آخر میں اور خلفائے راشدین کے دور میں عمل کرتے تھے۔اسی طرح سے یہ تاقیام قیامت عمل رہے گا کہ اس امت کا ایک چھوٹا سا گروہ حق پر قائم رہے گا اور وہ مکمل طور پر اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتا رہے گا۔مومنوں میں سے جو کوئی ایسی سرزمین پر ہو کہ جہاں وہ کمزور ہو تو وہ اس وقت ان اہل کتاب ومشرکین کے بارے میں جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتے ہیں صبر اور درگزر والی آیات پر عمل کرے گا۔جبکہ اہل قوت دین پر طعنہ کرنے والے اہل کفر کے آئمہ کے خلاف قتال کرنے والی آیت،اور اہل کتاب کے خلاف قتال والی آیت کہ وہ ذلیل ہو کر جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے پر عمل کریں گے[24]۔

چھٹا ضابطہ

امام (حکمران) کی اجازت لازمی ہے،امام کی اجازت کے بغیر کوئی جہاد طلب ودعوت نہیں

اور یہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلتے رہے۔کیونکہ ہم ان میں سے کسی کو نہیں جانتے کہ وہ یونہی امام کی اجازت کے بغیر مجاہد بن کر نکل پڑا ہو۔وہ اسی وقت جہاد کرتے اور جہاد کے لیے ہمیشہ اس وقت نکلتے جب امام کا جھنڈا موجود ہوتا اس کے جھنڈے تلے ہی جہاد کرتے۔اور ان کے راستے سے خروج کرنا سبیل المومنین سے خروج ہو گا،حالانکہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ

---

[24] الصارم المسلول (2/ 413) .

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾(النساء:115)

(اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے،اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا(کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ يُطِعْ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ“[25]

(جس نے میری اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر (حکمران) کی اطاعت کی اس نے یقیناً میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے یقیناً میری نافرمانی کی۔ امام تو نہیں ہے مگر ایک ڈھال کہ اس کی آڑ لے کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعے پناہ لی جاتی ہے۔ پس اگر وہ امیر لوگوں کو تقوی الہی کا حکم دے اور عدل وانصاف سے کام لے تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کی خلاف ورزی کرے تو اس پر گناہ ہو گا)۔

ابو ادریس الخولانی سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

---

[25] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد والسير باب يقاتل من وراء الأمام، ويتقى به، حديث رقم (2957)، ومسلم في كتاب الإمارة باب وجوب طاعة الإمام في غير معصية وتحريمها في المعصية، حديث رقم (1835).

’’كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ! قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ! قُلْتُ: فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا! قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا؟ فَقَالَ: هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا! قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ؟ قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ! قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ‘‘(26)

(لوگ (اکثر) رسول اللہ ﷺ سے خیر کی بابت دریافت کرتے رہتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شر کی بابت پوچھا کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں میں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ ایک روز میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے پھر اللہ تعالیٰ ہمارے لیے یہ خیر لے آیا (یعنی اسلام) تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہو گا؟ فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: پھر کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہو گی؟ فرمایا: ہاں! لیکن اس میں کدورت ہو گی! میں نے عرض کیا وہ کدورت کیا ہو گی؟ فرمایا: ایسی قوم ہو گی جو میرے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کرے گی بعض معروف چیزیں تو ان میں دیکھے گا اور بعض منکر بھی! عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہو گا؟ فرمایا: ہاں! جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے داعیان ہوں گے جو ان کی بات مان لیں گے وہ ان کو جہنم میں دھکیل دیں گے! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کے اوصاف

---

[26]أخرجه البخاري في كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث رقم (3606)، ومسلم في كتاب الإمارة باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين، حديث رقم (1847).

ہمارے لیے بیان فرمادیجئے۔ فرمایا: وہ ہماری ہی قوم سے ہوں گے اور ہماری ہی زبان میں گفتگو کریں گے! میں نے عرض کیا: اگر میں وہ زمانہ یا لوگ پاؤں تو آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو! میں نے عرض کیا کہ: اگر اس وقت ان کی جماعت نہ ہو اور نہ امام؟ فرمایا: تو ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا اگرچہ تجھے کسی درخت کی جڑ چبا کر گزارا کرنا پڑے یہاں تک کہ اسی حالت میں تجھ کو موت آجائے)۔

اور علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس پر نص بیان کی ہے کہ جہاد باقی رہے گا آئمہ وحکمرانوں کے جھنڈوں تلے خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔ اس میں اصل اصول یہی ہے کہ جہاد آئمہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے، امام کی اجازت کے بغیر کوئی جہاد نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م 241ھ) فرماتے ہیں: غزوہ (جہاد) تاقیام قیامت جاری رہے گا امراء کے ساتھ خواہ نیک ہوں یا بد، اسے چھوڑا نہیں جائے گا[27]۔

امام ابو جعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ (م 321ھ) فرماتے ہیں: حج وجہاد تاقیام قیامت باقی رہیں گے مسلمانوں کے حکمرانوں کے ساتھ خواہ وہ نیک ہوں یا بد، انہیں کوئی چیز نہ باطل کر سکتی ہے نہ توڑ سکتی ہے[28]۔

امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ (م 620ھ) فرماتے ہیں: جہاد کا معاملہ امام (حاکم) اور اس کے اجتہاد کے سپرد ہے، اور رعایا پر اس کی اطاعت کرنا لازم ہے اس بارے میں جو فیصلہ بھی وہ مناسب سمجھے[29]۔

---

[27] أصول السنة للإمام أحمد بن حنبل رواية ابن عبدوس/ شرح وتعليق : الوليد بن محمد نبيه/ نشر مكتبة ابن تسيمية بالقاهرة/ توزيع مكتبة العلم بجدة/ ط الأولى 1416ھ/ ص64-65.

[28] الطحاوية مع شرحها لابن أبي العز /المكتب الإسلامي/ تحقيق الألباني/ ص437.

[29] المغني (354/8).

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م 728ھ) فرماتے ہیں: اوران کا (اہل سنت والجماعت کا) یہ عقیدہ ہے کہ وہ حج، جہاد اور جمعہ امراء کے ساتھ قائم رکھتے ہیں خواہ وہ نیک ہوں یا بد[30]۔

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (م 1421ھ) فرماتے ہیں: فوج کا لشکر کشی کرنا بغیر امام کی اجازت کے جائز نہیں خواہ کیسے بھی حالات ہوں۔ کیونکہ غزوہ وجہاد کے مخاطب حکمران ہیں نا کہ انفرادی طور پر ہر انسان۔ انفرادی طور پر لوگ اہل حل وعقد کے تابع ہیں۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ امام کی اجازت کے بغیر جہاد کرے الا یہ کہ دفاع کر رہا ہو۔ اگر دشمن آدھمکے اور اس کے دل میں خوف ہو تو پھر وہ اپنا دفاع کرے کیونکہ اس وقت اس پر قتال متعین ہے۔ اور یہ جائز اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ اس حکم کا دارومدار امام پر ہے اس کی اجازت کے بغیر جہاد کرنا گویا کہ اس پر اور اس کے دائرہ کار پر تجاوز کرنا ہوگا۔ کیونکہ اگر تمام لوگوں کے لیے جائز ہو کہ وہ امام کی اجازت کے بغیر جہاد کریں تو مسئلہ افراتفری کا شکار ہو جائے گا۔ جس کا جی چاہے گا گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنا شروع کر دے گا۔ لہذا اگر ایسا ہی حکم ہو سب کو تو بہت سے مفاسد جنم لیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کا ایک گروہ جنگی تیاری وجہادی ٹریننگ کرتا ہے اور ظاہر یہ کرتا ہے کہ دشمن سے جہاد کریں گے لیکن درحقیقت وہ امام پر خروج کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، یا پھر لوگوں کی ایک جماعت پر زیادتی کرنا چاہتا ہو، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات:9)

(اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑپڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو)

اسی لیے ان تین وجوہات اور ان کے علاوہ وجوہات کی بنا پر جائز نہیں کہ امام کی اجازت کے بغیر جہاد کیا

[30] مجموع الفتاوى (158/3) .

جائے[31]۔

اس ضابطے کے پیشِ نظر ہم یہ کہتے ہیں کہ: کفر کے جھنڈے تلے جہاد نہیں اور نہ ہی امام (حکومت) کے جھنڈے کے بغیر کوئی جہاد ہے۔

ساتواں ضابطہ

جہاد طلب کے لیے لازم ہے کہ مسلمان والدین کی اجازت ہو اگر وہ حیات ہوں یا ان میں سے کوئی ایک حیات ہو

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ: أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ"[32]

(ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس جہاد میں شرکت کی اجازت لینے کے لئے آیا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا آپ کے والدین حیات ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: جاؤ اور ان ہی میں جہاد کرو)۔

یہ جہاد دعوت و طلب میں ہو گا کیونکہ وہ فرض کفایہ ہے جبکہ والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض عین ہے۔

---

[31] الشرح الممتع (8/25-26). الشرح الممتع على زاد المستقنع، لمحمد بن صالح بن عثيمين، اعتنى بطبعه وتخريج أحاديثه و عزو آياته : د. سليمان بن عبدالله أبا الخيل، و د. خالد بن على المشيقح، مؤسسة آسام، الرياض، الطبعة الأولى 1417هـ.

[32] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد والسير، الجهاد بإذن الأبوين، حديث رقم (3004)، ومسلم في كتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدين وأنهما أحق به، حديث رقم (2549).

البتہ جو جہاد فرض عین ہوتا ہے اس میں ان کی اجازت کی شرط نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت جہاد کی مصلحت زیادہ عام ہے کیونکہ یہ دین کی حفاظت اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے ہے، لہذا اس کی مصلحت عام ہے جو کہ مقدم ہے دیگر مصلحتوں پر یہاں تک کہ اپنے بدن کی حفاظت کی مصلحت پر بھی مقدم ہے۔

یہ مسئلہ مسلمان والدین کے تعلق سے ہے لیکن اگر وہ کافر ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے نکل سکتا ہے خواہ جہاد فرضی ہو یا نفلی۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کیا کرتے تھے جن میں سے بعض کے والدین کافر ہوتے تھے تو وہ ان کی اجازت کے بغیر ہی جہاد کرتے رہتے تھے۔ جن میں سے سیدنا ابو بکر صدیق وابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہما ہیں کہ وہ یوم بدر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جبکہ ان کے والد مشرکین کے سردار تھے اور بدر کے روز مارے گئے۔ اسی طرح سے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جہاد میں اپنے والد کو قتل کیا۔ اور اسی بارے میں اللہ تعالی کا یہ فرمان نازل ہوا کہ :

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (المجادلۃ:22)

(آپ ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انہیں اپنی طرف سے ایک

روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ حزب اللہ (اللہ کا گروہ) ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں)[33]

اور حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی اجازت لازمی ہے چاہے ان کے اس کے علاوہ اور بھی بیٹے ہوں یا نہ ہوں، اور چاہے اس بیٹے کو روکنے کا سبب خوف ہو یا نہ ہو!

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1250ھ) فرماتے ہیں: جہاد کے لیے والدین کی اجازت واجب ہے۔ جمہور نے یہی کہا ہے اور جہاد کی حرمت کے بارے میں بالجزم فیصلہ کیا ہے اگر والدین نے منع کیا ہو یا ان میں سے کسی ایک نے۔ کیونکہ ان کے ساتھ بھلائی کرنا فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے، لیکن اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر اجازت کی ضرورت نہیں[34]۔

آٹھواں ضابطہ

جہادِ دفاع جہادِ طلب ودعوت سے ان امور میں مختلف ہوتا ہے:

اس میں شرط نہیں کہ دشمن مسلمانوں کے دگنا ہوں یا اس سے کم، اس میں قوت کی بھی شرط نہیں، نہ ہی امام کی اجازت کی، اور نہ ہی والدین یا ان میں سے کسی ایک کی اجازت کی، اس میں کوئی بھی شرط نہیں، بلکہ حسب امکان دشمن سے دفاع کرے

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاں تک قتال دفاع کا تعلق ہے تو یہ دفع الصائل (ظالم سے اپنا دفاع کرنے)

---

33 دیکھیں المغني لابن قدامه (361/8).

34 نيل الأوطار (40/8) .

کی شدید ترین مثال ہے کہ انسان اپنی عزت ودین کی حفاظت کرتا ہے۔ پس یہ اجماعاً واجب ہے۔ وہ دشمن جو دین ودنیا میں فساد برپا کرنے کے لیے سر پر آکھڑا ہوا سے دور کرنے کے لیے سوائے ایمان کے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی، نہ ہی کوئی شرط باقی رہ جاتی ہے۔ بلکہ حسب امکان اس کے خلاف دفاع کیا جائے گا۔ اس بارے میں ہمارے علماء کرام وغیرہ نے نص بیان کی ہے۔ لہذا ایک ظالم وکافر جو لڑنے نقصان پہنچانے آچکا ہے اس سے دفاع کرنے اور خود سے جہاد طلب کرنے میں تفرق کرنا واجب ہے[35]۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (م 751ھ) فرماتے ہیں: اگر مقابلہ شروع ہوجائے تو ایک مومن کو چاہیے کہ قتال سیکھے، تیاری کرے اور اس کی ٹریننگ کرے۔ کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ مجاہد جب کبھی دشمن سے دفاع کررہا ہوتا ہے تو اس اس وقت مجاہد مطلوب ہوتا ہے اور دشمن اس کا طالب ہوتا ہے۔ جبکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ دشمن پر خود سے حملہ کرکے فتح چاہتا ہے تو اس وقت یہ طالب ہوتا ہے اور دشمن مطلوب۔ اور ہوسکتا ہے دونوں باتیں ہی مطلوب ہوں۔ ان تینوں اقسام میں ایک مومن کو جہاد کا حکم ہے۔ جہاد دفاع جہاد طلب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ دفاعی جہاد دفع الصائل (ظالم کو کسی طور پر بھی دور کرنا) کی طرح ہے، اسی لیے مظلوم کے لیے یہ جائز قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے نفس کا دفاع کرے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمۡ ظُلِمُواْ﴾(الحج:39)

(ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے (کہ وہ بھی دفاع کریں) کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے)

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

[35] الاختیارات الفقھیة ص532 .

”مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ“[36]

(جو کوئی اپنے مال کا بچاؤ کرتے ہوئے مارا گیا تو وہ شہید ہے اور جو کوئی اپنی جان کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا تو وہ بھی شہید ہے)۔

کیونکہ دین کے سبب سے دفع الصائل کرنا جہاد و قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، اور جان و مال کے لیے دفع الصائل کرنا مباح و رخصت ہے۔ اگر ان میں وہ مارا گیا تو وہ شہید ہے۔ چناچہ دفاعی جہاد قتال طلب سے زیادہ وسیع ہے اور وجوب کے اعتبار سے زیادہ عام ہے۔ لہذا ہر ایک پر یہ متعین ہو جاتا ہے کہ وہ کھڑا ہو اور جہاد کرے۔ غلام اپنے آقا کے اذن سے کرے خواہ بغیر اذن کے، بیٹا اپنے والدین کے اذن سے کرے یا بغیر اذن کے، مقروض قارض کے اذن کے بغیر کرے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ مسلمانوں کا یوم احد و خندق میں جہاد تھا۔ اس نوع کے جہاد (یعنی دفاعی جہاد) میں شرط نہیں کہ دشمن مسلمانوں کے مقابلے میں دوگنے ہوں یا اس سے کم۔ کیونکہ یوم احد و خندق میں کفار مسلمانوں سے کئی بڑھ کر تھے، لیکن ان پر جہاد اس وقت واجب تھا۔ کیونکہ اس وقت جہاد ضرورت و دفع تھا نا کہ اختیاری جہاد۔ لہذا اس میں صلاۃ خوف جائز تھی۔ اور کیا جہاد طلب میں بھی صلاۃ خوف جائز ہے اگر دشمن کے نکل جانے کا خدشہ ہو اور پلٹ کر وار کرنے کا خطرہ نہ ہو؟ اس بارے

---

[36] أخرجه أبوداود في كتاب السنة، باب في قتال اللصوص، حديث رقم (4772)، والترمذي في كتاب الديات، باب ما جاء فيمن قتل دون ماله فهو شهيد، حديث رقم (1421)، والنسائي في كتاب تحريم الدم، باب من قاتل دون دينه، حديث رقم (4095). وأخرج المقطع الأول منه: "من قتل دون ماله" البخاري في كتاب المظالم والغصب، باب من قاتل دون ماله، حديث رقم (2480)، ومسلم في كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من قصد أخذ مال غيره، حديث رقم (141). اور ترمذی کے لفظ یہ ہیں: "عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ". قَالَ الترمذي: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

میں علماء کرام کے دو اقوال ہیں اور یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ وہ جہاد جس میں انسان طالب و مطلوب ہوتا ہے وہ اس سے بڑھ کر واجب ہوتا ہے جس میں وہ صرف طالب ہوتا ہے نا کہ مطلوب، اور نفس اس میں دو وجوہات کی بنا پر زیادہ راغب ہوتا ہے۔ جبکہ جو خالص جہاد طلب ہوتا ہے اس میں کوئی راغب نہیں ہوتا سوائے دو انسانوں کے یا تو عظیم ایمان کا مالک ہو کہ وہ اللہ تعالی کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑتا ہے، اور تاکہ دین تمام کا تمام اللہ تعالی کے لیے ہو جائے، یا پھر کوئی مال غنیمت وغلاموں میں رغبت رکھتا ہو۔ جبکہ دفاعی جہاد کا قصد تو ہر شخص کرتا ہے اور اس سے وہی بھاگ سکتا ہے جو شرعاً وعقلاً مذموم بزدل ہو۔ اور اللہ تعالی کے لیے خالص جہاد طلب تو سادات مومنین کرتے ہیں۔ جبکہ وہ جہاد جس میں وہ طالب و مطلوب دونوں ہو تو یہ بھی چنیدہ بندے ہی کرتے ہیں، اعلائے کلمۃ اللہ و دین کے لیے اور وہ دشمن کے بیچ میں کود پڑتا ہے دین کے دفاع اور کامیابی کی چاہت میں [37]۔

ساتھ میں مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھا جائے:

1- دفاعی جہاد میں امام کی اجازت کی شرط نہ ہونا اس وقت ہے جب اچانک ہی دشمن ملک پر حملہ آور ہو جائیں۔ اور لوگوں کے لیے ممکن ہی نہ رہے کہ وہ امام کی طرف فوراً سے رجوع کریں تاکہ دشمن سے دفاع کیا جاسکے۔ لیکن اگر ان کے پاس یہ عذر نہ ہو یعنی امام سے رابطہ ممکن ہو تو دفاعی جہاد میں بھی اصل یہی ہے کہ امام کی طرف رجوع کیا جائے، اس کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے اور اس کے پیچھے رہ کر قتال کیا جائے۔ جیسا کہ مسلمانوں نے اس وقت کیا جب مشرکوں نے ان سے معرکۂ خندق کے وقت جنگ کی۔

عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد صاحب کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اگر امام اجازت دے

---

[37] الفروسية ص96 –98 .

جہاد کی اور قوم تک اس کی نفیر (جہاد کا اعلان، جہاد کی کال) پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں کہ وہ جہاد کے لیے نکل پڑیں۔ میں نے اپنے والد سے کہا: اگر وہ امام کی اجازت کے بغیر ہی نکل پڑھیں تو؟ فرمایا: نہیں، جب تک امام اجازت نہ دے، الا یہ کہ دشمن اچانک ہی حملہ آور ہو جائیں اور ان کے لیے ممکن ہی نہ رہے کہ امام تک پہنچ سکیں اس کی اجازت کے لیے تو میں امید کرتا ہوں اس حالت میں لڑنا مسلمانوں کا دفاع کہلائے گا[38]۔

امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں: کیونکہ جنگ کا معاملہ امام کے سپرد ہے۔ وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ دشمن کثیر ہیں یا قلیل اور ان کا گھات لگانا و چالیں وہ بہتر جانتا ہے لہذا چاہیے کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ کیونکہ مسلمانوں کے لیے اسی میں زیادہ احتیاط ہے الا یہ کہ اس سے اجازت لینا ممکن نہ رہے اور دشمن اچانک ہی حملہ آور ہو جائے تو اس صورت میں اجازت واجب نہیں۔ کیونکہ اس موقع کی مصلحت نے ان پر قتال اور اس کے لیے نکلنا متعین کر دیا ہے، اور کیونکہ اسے چھوڑنے میں فساد یقینی ہے۔ جب کفار نے نبی کریم ﷺ کی دودھ پلانے والی اونٹنیوں کو لوٹ لیا تھا تو سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ کے باہر جا پکڑا، ان کا پیچھا کیا اور بلا اجازت ان سے قتال بھی کیا۔ پس نبی کریم ﷺ نے آپ کی تعریف فرمائی اور فرمایا:

”خير رجالنا سلمة بن الأكوع“

(ہمارے بہترین مرد سلمہ بن اکوع ہیں)۔

اور انہیں آپ ﷺ نے غنیمت کے دو حصے دیے گھڑ سوار کا بھی اور پیادے کا بھی[39]۔

2-اگر دفاعی جہاد میں دشمن سے لڑنے کی عدم قدرت ہو تو اس کے ساتھ صلح بھی کی جاسکتی ہے۔ اگر امام اسے مناسب سمجھے۔ اس کا حال جہاد طلب کے حال کا سا ہو گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ میں

---

38 مسائل عبدالله لأبيه (258/2).

39 المغني (367/8).

مشرکین سے صلح کا معاہدہ کر لیا، ان سے مکہ مکرمہ کا دفاع نہیں کیا حالانکہ مسلمانوں کے اموال وہاں موجود تھے۔

3- دشمن سے قتال کی عدم قدرت کی وجہ سے قتال چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا حکم دیا جو حدیث پہلے گزری کہ: (یقیناً اب میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں، لہذا آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لیے طور کی طرف لے جائیں)۔

طریقۂ جہاد کے اعتبار سے جہاد کے ضوابط

اس میں مندرجہ ذیل ضوابط ہیں:

پہلا ضابطہ
مشروع جہاد مختلف صورتوں وانواع پر مشتمل ہوتا ہے

چناچہ یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے جہاد نفس، جہاد شیطان، جہاد کفار، جہاد منافقین اور نافرمانوں وبدعتیوں کے خلاف جہاد ہوتا ہے۔

اور وصف کے اعتبار سے جہاد بالسنان (تلوار کے ذریعے) جہاد باللسان (زبان کے ذریعے حجت وبرہان کا بیان اور اسلام ومسلمانوں کا دفاع) اور جہاد بالقلب (دل کے ذریعے)۔

اس جہاد کی جو اصل جنس ہے وہ فرض ہے یا تو دل سے ہوگا یا زبان سے یا مال سے یا ہاتھ سے۔ پس جہاد باقی رہے گا جب تک اللہ کا امر (قیامت) نہیں آجاتی۔ اور ہر مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ حسب حال ان انواع میں سے کسی نوع کا جہاد کرتا رہے[40]۔

اور اس پر یہ حدیث رسول ﷺ دلالت کرتی ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[40] زاد المعاد لابن القيم (3/1– 10)، والشرح الممتع لابن عثيمين (7/8) .

"مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ"[41]

(جس کی موت واقع ہوگئی اور اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں اس کی تمنا ہوئی تو وہ نفاق کے شعبہ پر مرا)۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ"

(اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ مشرکین سے جہاد کرو)۔ اسے احمد اور نسائی نے روایت کیا اور حاکم نے صحیح کہا[42]۔

اسی طرح سے جہاد النفس کا لفظ حدیث رسول ﷺ میں آیا ہے۔ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

---

[41] أخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم يغزو، حديث رقم (1910).

فائدہ: امام مسلم نے اس روایت کے بعد امام ابن المبارک جو کہ اس کے ایک روای بھی ہیں کا کلام نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ہم اسے خیال کرتے ہیں کہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک کے ساتھ خاص تھا۔ امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ قید لگانے کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ جو بات ابن المبارک نے فرمائی محتمل ہے۔ ان کے علاوہ علماء نے کہا کہ یہ عام ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس نے ایسا کیا اس نے گویا کہ جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والے منافقین سے مشابہت اختیار کی، کیونکہ جہاد کو ترک کرنا نفاق کے شعبوں میں سے ایک ہے۔

[42] أخرجه أحمد (الميمنية 3 / 124 و 153 و 251)، والنسائي في كتاب الجهاد باب وجوب الجهاد حديث رقم (3096)، وفي باب من خان غازيا في أهله، حديث رقم (3192)، وأبو داود في كتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو، حديث رقم (2504)، وابن حبان (الإحسان 6/11، تحت رقم 4708)، والحاكم (علوش 401/2، تحت رقم 3472). والحديث صححه ابن حبان والحاكم على شرط مسلم، وصحح إسناده محقق الإحسان، ومحقق المستدرك.

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا:

’’أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالْمُؤْمِنِ؟ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ‘‘[43]

(میں تمہیں مؤمن کے متعلق نہ بتاؤں؟ (مؤمن وہ ہوتا ہے) جس سے لوگوں کی جان مال محفوظ ہو، مسلمان وہ ہوتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں، مجاہد وہ ہوتا ہے جو اللہ کی اطاعت کے معاملے میں اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہوتا ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے)۔

پس اس حدیث میں جہاد النفس کا ذکر ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب خارج میں اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنا فروع ہے بندے کا اپنے نفس کے خلاف اللہ تعالی کے لیے جہاد کرنے کی جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ‘‘[44]

43أخرجه أحمد (الميمنية 21/6)، والترمذي مختصرا على قوله: "والمجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله" في كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل من مات مرابطاً حديث رقم (1621)، وابن حبان (الإحسان 204/11، تحت رقم 4862)، والحاكم في المستدرك (10/1-11). وصححه الترمذي فقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان والحاكم وصحح إسناده محقق الإحسان. والحديث حسن الإسناد، فيه أبوهانىء الخولاني لاحق بن هاني حسن الحديث.

44اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالی کی اطاعت کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے اور مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دیتا ہے جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے)۔

جہاد نفس مقدم تھا خارج میں دشمن کے ساتھ جہاد کرنے پر اور یہی اس کی اصل وبنیاد تھا۔ کیونکہ جس نے پہلے اپنے نفس کے خلاف جہاد نہیں کیا، جو حکم ملا اس پر عمل کرکے اور جس سے منع کیا گیا اسے ترک کرکے، اور اللہ کی رضا کے لیے اس سے لڑا نہیں تو پھر اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ خارج میں دشمن سے جہاد کرے! اس کے لیے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ دشمن کے خلاف جہاد کرے اور اس کا علاج کرے جبکہ وہ دشمن جو اس کے بغل میں ہے اس پر غالب ومسلط ہے، اس سے اس نے جہاد نہیں کیا، اللہ کے لیے اس سے لڑا نہیں بلکہ اس کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ دشمن سے جہاد کے لیے نکلے جب تک اپنے نفس کے خلاف جہاد نہیں کرتا اس نکلنے پر۔ پس یہ دو دشمن ہیں بندے کا کبھی امتحان لیا جاتا ہے ان دونوں کے خلاف جہاد کرنے سے۔ ان کے علاوہ ایک تیسرا دشمن بھی ہے جس سے جہاد ممکن نہیں جب تک ان دو سے جہاد نہ کیا جائے، جو ان دونوں کے مابین کھڑا ہوتا ہے اور ان کے خلاف جہاد سے روکتا ہے۔ اسے پست ہمت اور بزدل بناتا ہے۔ اور ہمیشہ ان کے خلاف جہاد کرنے کے بارے میں دل میں خیالات ڈالتا رہتا ہے کہ بڑی مشقت ہوگی، دنیا کا حصہ اور لذتیں وچاہتیں چھوڑنی پڑیں گی۔ ممکن نہیں کہ ان دو دشمنوں کا مقابلہ کر سکو جب تک اس کے خلاف جہاد نہ کرلو۔ اس کے خلاف جہاد ہی ان دو کے خلاف جہاد کی اصل ہے۔ اور وہ شیطان ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾(فاطر:6)

(بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو)

اسے اپنا دشمن بنانے و سمجھنے کے حکم کا مطلب اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اس کے خلاف جنگ وجہاد کے لیے اپنی تمام تر صلاحتوں کو کھپا دو کیونکہ یہ ایسا دشمن ہے کہ جو بندے کے خلاف لڑنے سے کبھی بھی چونکتا

نہیں اور نہ ہار مانتا ہے، انسان کی ہر سانس کے ساتھ اس کی لڑائی جاری وساری ہے۔ چناچہ یہ تین دشمن ہیں جن سے جنگ وجہاد کا اللہ تعالی نے اپنے بندے کو حکم دیا ہے۔ اس دار دنیا میں انسان ان کے خلاف محاذ آرائی میں مبتلا رہتا ہے اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے بطور امتحان وابتلاء اس پر مسلط رہتے ہیں[45]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اور انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ کے لیے جہاد کریں جیسا کہ اس کے لیے جہاد کرنے کا حق بنتا ہے[46] بالکل اسی طرح جیسا کہ اس کا تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا جیسا کہ اس کا تقوی اختیار کرنے کا حق ہے[47]۔ اب جیسا کہ اس کا تقوی اختیار کرنے کا حق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے، اسے یاد رکھا جائے بھلایا نہ جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے، اسی طرح سے کماحقہ جہاد یہ ہے کہ: بندہ اپنے نفس سے جہاد کرے تاکہ اس کا قلب، زبان اور جوارح اللہ تعالی کے لیے سلامت رہیں، تاکہ یہ سب اللہ کے لیے اور اس کی خاطر رہیں، نہ اپنے نفس کے لیے، نہ اپنے نفس کی خاطر، اور اپنے شیطان کے خلاف جہاد کرے اس طرح کہ اس کے جھوٹے وعدوں کی تکذیب کرے، جس چیز کا وہ حکم دے اس کی نافرمانی کرے اور جس نیکی سے وہ منع کرے اسے کر گزرے، کیونکہ وہ جھوٹی آرزؤں کا وعدہ دیتا ہے اور پرفریب تمنائیں دلاتا ہے، فقر وفاقہ سے ڈراتا ہے اور فحاشی کا حکم دیتا ہے، ساتھ ہی تقوی، ہدایت، عفت وصبر سے منع کرتا ہے بلکہ ہر قسم کے اخلاق وایمان سے منع کرتا ہے۔ پس اس کے خلاف جہاد یہ ہے کہ اس

---

45 زاد المعاد (3/6-7).

46 یعنی یہ فرمان الہی: ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ (الحج: 78) (اور اللہ کے لیے جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے)۔

47 یعنی یہ فرمان الہی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: 102) (اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہر گز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو)۔

کے وعدوں کی تکذیب کی جائے اس کے اوامر کی نافرمانی کی جائے۔ لہذا ان دو جہادوں کی بدولت سے ایسی تیاری ہو گی اور ایسی طاقت و قوت پیدا ہو گی کہ جس کے ذریعے سے وہ خارج میں موجود اللہ کے دشمنوں سے اپنے دل، زبان، ہاتھ اور مال سے جہاد کر پائے گا تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو[48]۔

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جہاد نفس کے چار مراتب ہیں:

1- پہلا یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ہدایت اور دین حق کو سیکھنے میں لگائے رکھنے کے تعلق سے جہاد کرے کیونکہ بغیر اس کے نہ دنیا میں کامرانی اور خوش بختی ہے، نہ آخرت میں۔ اگر اس سے حصول علم پر عمل نہ ہو سکا تو وہ دونوں جہانوں میں بدبخت ہو گا۔

2- دوسرا یہ کہ اس کے علم کے بعد نفس کو اس کے مطابق عمل کرنے میں لگائے رکھنے کے تعلق سے جہاد کرنا۔ کیونکہ اگر بلا عمل کے محض علم حاصل کیا جائے تو اگر وہ کوئی نقصان نہ بھی پہنچائے پھر بھی کوئی فائدہ تو بہر حال نہیں دے سکے گا۔

3- تیسرا یہ کہ اس علم و عمل کی طرف دعوت و تبلیغ کرنا اور بے علم لوگوں کو اس کی تعلیم دینے میں لگائے رکھنے کے تعلق سے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت و نشانیوں کو چھپاتے ہیں تو ایسے لوگوں کو ان کا علم نہ کوئی فائدہ پہنچاتا ہے اور نہ عذاب الٰہی سے بچا سکتا ہے۔

4- چوتھا یہ کہ دعوت الی اللہ میں جو مشقتیں اور لوگوں کی طرف سے ایذائیں اس کو پہنچیں انہیں اللہ تعالیٰ کی خاطر برداشت کرنے کے تعلق سے جہاد کرنا۔

---

[48] زاد المعاد (8/3).

جب ان چاروں مراتب کی تکمیل کرلے گا تو وہ ربانیوں میں سے ہو جائے گا۔ کیونکہ سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی بھی عالم اس وقت تک ربانی کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہے یہاں تک کہ وہ حق کو جاننے کے بعد اس پر عمل نہ کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم نہ دے۔ پس جو علم حاصل کرے، اس پر عمل کرے اور دوسروں کو تعلیم دے تو ایسے شخص کو آسمانوں میں عظیم شخصیت گردانا جاتا ہے[49]۔

دوسرا ضابطہ

ایمان کی معنوی قوت اور حسی قوت کی تیاری کرنا ضروری ہے[50]

ابی علی ثمامہ بن شفی سے حدیث مروی ہے کہ انہوں نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر کھڑے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

”﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ“[51]

(اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ: (اور ان دشمنوں کے خلاف استطاعت بھر قوت سے تیاری رکھو)(الانفال:60) سنو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے، سنو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے، سنو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے)۔

---

49 زاد المعاد (3/9-10).

50 ہمارے شیخ سماحۃ الشیخ عبداللہ بن محمد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ کا اس عنوان پر رسالہ ہے ”الدعوة إلى الجهاد في القرآن والسنة“ جو کہ علیحدہ سے بھی شائع ہوا ہے، اور آپ کے رسالے ”هداية الناسك إلى أهم المناسك“ و ”تبيان الأدلة في إثبات الأهلة“ کے ساتھ بھی شائع ہوا ہے۔

51 حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ دشمن سے قتال کے لیے طاقت شرط ہے اور سب سے مفید قوت رمی (تیر اندازی یا دور سے وار کرنے والا کوئی بھی ہتھیار) ہے۔

ہم کبھی بھی اپنے دشمن پر اپنی تیاری یا اپنے تعداد کی وجہ سے غالب نہیں ہوں گے بلکہ ہم اپنے دل میں موجود تقوی الہی کی وجہ سے غالب ہوں گے۔ اس لیے لازم ہے کہ علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ معنوی تیاری بھی کی جائے۔ اس بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِائَةٍ وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ وَلَا يُغْلَبُ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ"[52]

[52]أخرجه أحمد (الرسالة 418/4، 451، تحت رقم 2682، 2718)، وأبوداود في كتاب الجهاد، باب فيما يستحب في الجيوش والرفقاء والسرايا، حديث رقم (2611)، والترمذي في كتاب السير باب ما جاء في السرايا، حديث رقم (1555)، وابن خزيمة (2538)، وابن حبان (الإحسان 17/11، تحت رقم 4717)، والحاكم (علوش 87/2، تحت رقم 1663). وعن أنس أخرجه ابن ماجه في كتاب الجهاد باب الرسايا، حديث رقم (2827)، وفي سند ابن ماجه أبوسلمة العاملي، متروك. والحديث اختلف في إسناده، قال الترمذي عقبه: " هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا يُسْنِدُهُ كَبِيرُ أَحَدٍ غَيْرُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ وَإِنَّمَا رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَقَدْ رَوَاهُ حِبَّانُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَنَزِيُّ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا"اهـ، وقال أبوداود عقبه: "والصحيح أنه مرسل"اهـ، وقال الحاكم: "هذا إسناد صحيح، على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، والخلاف فيه على الزهري من أربعة أوجه قد شرحتها في كتاب التلخيص"اهـ قلت: صححه ابن خزيمة و ابن حبان، والحاكم، و حسنه لغيره محقق مسند أحمد، والألباني في سلسلة الأحاديث الصحيحة

(بہترین رفیق چار ہیں۔ اور اچھا سریہ (چھوٹا دستہ) چار سو آدمیوں کا ہے اور بہترین لشکر چار ہزار کا اور بارہ ہزار افراد پر مشتمل لشکر تعداد کی کمی کی بناء پر مغلوب نہیں ہو سکتا)۔

تیسرا ضابطہ

جسے اسلام کی دعوت نہیں پہنچی ہو تو اس سے اس وقت تک قتال نہیں کیا جائے گا جب تک اس پر اسلام یا جزیہ یا قتال پیش نہ کیا جائے

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

"كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ: اغْزُوا بِاسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا. وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ: ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ؛ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ. ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ. فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا؛ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ

تحت رقم (986)، وصححه على شرط الشيخين محقق الإحسان. والاختلاف في وصله لا يؤثر لوجود متابعة لرواية جرير، وهو ثقة.

يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ. فَإِنْ هُمْ أَبَوْا؛ فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ. فَإِنْ هُمْ أَبَوْا؛ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ"[53]

(رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر بناتے تو آپ ﷺ خصوصی طور پر اسے اپنے بارے میں اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہیں ان کے تعلق سے اللہ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جہاد کرو، ان سے لڑو جو اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرتے ہیں، جہاد کرو مگر خیانت وعہد شکنی نہ کرو، نہ مثلہ (یعنی کسی کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل بگاڑنا) نہ کرو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو۔ اور جب تمہارا اپنے دشمن مشرکوں سے سامنا ہو جائے توان کو تین باتوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی قبول کر لیں توان سے وہ قبول کر لینا ان کے ساتھ جنگ سے رک جانا۔ پھر انہیں (سب سے پہلے) اسلام کی دعوت دو اگر وہ تمہاری دعوت اسلام کو قبول کر لیں توان سے وہ قبول کر لینا اور ان سے جنگ نہ کرنا۔ پھر ان کو دعوت دینا کہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کی سرزمین میں چلے جائیں اور ان کو خبر دینا کہ اگر وہ اس طرح کر لیں گے تو جو مہاجرین کو مل رہا ہے وہ انہیں بھی ملے گا اور ان کی وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں۔ اور اگر وہ چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیں تو انہیں خبر دے دینا کہ پھر ان پر عام اعرابی مسلمانوں کا حکم ہوگا، اور ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ مومنوں پر جاری ہوتے ہیں، اور انہیں مال غنیمت اور مال فيء میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ اگر وہ (اسلام کی دعوت) ماننے سے انکار کر دیں توان سے جزیہ طلب کرو اگر وہ دینے پر راضی ہوں توان سے قبول کر لو اور ان کے خلاف جنگ سے رک جاؤ۔ اور اگر وہ (اس سے بھی) انکار کر دیں تو اللہ کی مدد طلب کرو اور ان سے قتال کرو)۔

---

[53] أخرجه مسلم في كتاب الجهاد والسير باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث ووصيته، حديث رقم (1731).

البتہ یہ جو حدیث نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آئی ہے کہ:

”إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ. [قال نافع:] حَدَّثَنِي بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ“[54]

(نبی اکرم ﷺ نے بنی مصطلق پر حملہ کیا اس حال میں کہ وہ غافل تھے اور ان کے جانوروں کو پانی پلایا جارہا تھا۔ پس ان میں جو لڑنے والے تھے ان کو قتل کردیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا۔ اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بھی اسی دن اسیر ہوکر آئی تھیں (نافع کا بیان ہے کہ) مجھ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بیان کیا اور وہ اس لشکر میں تھے)۔

اس حدیث سے اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ ان کافروں پر اسلام کی دعوت دیے بغیر بھی حملہ کرنا جائز ہے جن کو پیشکش کے بغیر پہلے ہی اسلام کی دعوت کسی طرح سے پہنچ چکی ہے۔

چوتھا ضابطہ

ان سے قتال نہیں کیا جائے گا جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس کے لیے اذان دیتے ہیں

کیونکہ آپ ﷺ جب کسی قوم پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو رات گزرنے کے بعد انتظار کرتے پھر اگر وہاں سے اذان کی آواز آتی تو ان سے قتال نہیں فرماتے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

54 أخرجه البخاري في كتاب العتق، باب من ملك من العرب رقيقاً، حديث رقم (2541)، ومسلم في كتاب الجهاد والسير، باب جواز الإغارة على الكفار الذين بلغتهم الدعوة، حديث رقم (1730).

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يَغْزُو بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ. قَالَ: فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ وَإِنَّ قَدَمِي لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ فَلَمَّا رَأَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَاللهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ. قَالَ: فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ“[55]

(جب آپ ﷺ ہمارے ساتھ کسی قوم سے جہاد کرتے تو ہمیں لے کر اس وقت تک جہاد شروع نہ کرتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور آپ انتظار کرتے اگر اذان سن لیتے تو ان لوگوں کے قتل سے رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم خیبر کی طرف جہاد کو نکلے تو ہم رات کو ان کے قریب پہنچے، پھر جب صبح ہو گئی اور آپ ﷺ نے اذان نہ سنی تو سوار ہو گئے اور میں سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار ہو گیا جبکہ میرا پیر نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کو چھوتا جا رہا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: خیبر کے لوگ اپنے تھیلے اور پھاوڑے لئے ہوئے ہماری طرف آئے اور جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ: محمد! اللہ کی قسم اور اس کا لشکر آ گئے! سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب ان کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ: اللہ اکبر اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا بے شک ہم کسی قوم کے میدان میں جب (بقصد جنگ) اترتے ہیں تو ان ڈرائے ہوؤں کی صبح خراب ہو جاتی ہے)۔

[55]أخرجه البخاري في كتاب الأذان، باب ما يحقن بالأذان من دماء المسلمين حديث رقم (610)، ومسلم في كتاب الجهاد باب غزوة خيبر، حديث رقم (1365) واللفظ للبخاري.

پھر ان لوگوں کے بارے میں کیا کہنا کہ جو بم دھماکے وخودکش حملے مسلمانوں کے ممالک میں کرتے ہیں ایسے لوگوں کے درمیان کہ جن میں پنج وقتہ نماز قائم کی جاتی ہے، اور جہاں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا جاتا ہے؟! کیا مسلمانوں کے خلاف قتال کرنا جہاد کہلایا جاسکتا ہے؟! "کس عقل ودین کے مطابق بم دھماکے وخون خرابہ جہاد کہلایا جاسکتا ہے؟! تمہاری بربادی ہو۔۔۔ ہوش کے ناخن لواے نوجوانو!!"[56]

پانچواں ضابطہ
جہادِ دعوت وجہادِ دفاع دونوں میں کافروں سے صلح یا معاہدہ کرلینا جائز ہے

اور یہ اس وقت کیا جائے گا جب امام اس میں مسلمانوں کی مصلحت سمجھے گا یا اہل اسلام کمزوری کی حالت میں ہوں گے۔ کیونکہ یہ امام کا حق ہے کہ وہ جس بارے میں مسلمانوں کی بھلائی سمجھے اس میں صلح کرسکتا ہے اور معاہدہ کرسکتا ہے۔

حسن بن علی بن ابی رافع سے روایت ہے کہ ابورافع نے انہیں خبر دی فرمایا:

"بَعَثَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِي قَلْبِي الْإِسْلَامُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي وَاللهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلَكِنْ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ قَالَ: فَذَهَبْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[56] یہ جملہ فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد البدر □ کے ایک رسالے کا عنوان ہے۔

فَأَسْلَمْتُ“[57]

((صلح حدیبیہ کے موقعہ پر) قریش نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو (اللہ کی طرف سے) میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی گئی، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب میں ان کی (قریش کی) طرف لوٹ کر کبھی نہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہ تو میں عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ قاصد کو قید کرتا ہوں لہذا اب تو تُو لوٹ جا اور اگر پھر بھی تیرے دل میں وہ بات (اسلام کی محبت) رہتی ہے جو اب ہے تو پھر دوبارہ آنا۔ کہتے ہیں کہ: اس وقت میں واپس چلا آیا پھر دوبارہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا)۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م 749ھ) فرماتے ہیں: اگر دشمن بہت کثیر تعداد میں ہوں تو جائز ہے کہ ان سے معاہدہ کر لیا جائے جیسا کہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾(الانفال: 61)

(اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں)

یا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر کیا[58]۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) فرماتے ہیں، اس آیت:

57أخرجه أحمد (الميمنية 8/6)، و أبوداود في كتاب الجهاد، باب في الإمام يستجن به في العهود، حديث رقم (2758)، وابن حبان (الإحسان 233/11، حديث رقم 4877)، والبيهقي (145/9). والحديث صحيح الإسناد، وصححه ابن حبان، وصحح إسناده محقق الإحسان.

58دیکھیں تفسیر ابن کثیر (322،323/2) .

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾(الانفال:61)

(اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ کریں)

میں شرط کا معنی ہے کہ صلح کا حکم اس بات سے مقید ہے کہ اگر صلح کرنے میں اسلام کے لیے کچھ بہتری نظر آئے لیکن اگر اسلام ظاہراً کفر پر غالب ہو اور صلح کرنے میں کوئی مصلحت نظر نہ آئے تو نہیں کی جائے گی[59]۔

اس مصلحت نظر آنے یا نہ آنے کا فیصلہ صرف اور صرف امام (حکمران) کرے گا اس کے علاوہ کوئی نہیں۔

امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معاہدہ یا ذمہ منعقد کرنا امام یا اس کے نائب کے علاوہ کسی کی طرف سے کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اس کا انحصار امام کی نظر اور اس کی رائے میں جو مصلحت ہو اس پر ہے۔اور اس لیے بھی کہ اگر اس کی اجازت امام کے علاوہ بھی دوسروں کو دے دی جائے تو یہ جہاد کے بالکلیہ معطل ہونے یا اس موڑ پر معطل ہونے کو متضمن ہوگا، اور اس میں امام کے حقوق پر چڑھائی بھی ہے[60]۔

اور فرمایا: اگر امام کوئی معاہدہ منعقد کرتا ہے پھر اس کی وفات ہو جاتی ہے یا وہ معزول ہو جاتا ہے پھر بھی اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا اور جو اس کے بعد ہو اس پر لازم ہے کہ اس عہد کی وفاء کرے کیونکہ امام نے وہ معاہدہ

---

59 فتح الباري (276/6) .

60 المغني (468/8) .

اجتہاد کر کے (مسلمانوں کے بہترین مفاد میں) منعقد کیا تھا[61]۔

اور فرمایا: اگر وہ کوئی معاہدہ منعقد کر دیتا ہے تو پھر اس سے وفاء کرنا لازم ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ (المائدۃ:1)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو)

اور فرمایا:

﴿فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ﴾ (التوبۃ:4)

(تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو)

کیونکہ اگر وہ اس عہد کی وفاء نہیں کرے گا تو اس عہد میں باقی بھی نہیں رہ سکے گا حالانکہ وہ اس عہد کو باندھے رکھنے کا محتاج بھی ہے۔ اگر وہ لوگ عہد شکنی کریں تو پھر ان سے قتال کرنا جائز ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ (التوبۃ:12)

(اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے آئمہ (سرغناؤں) سے جنگ کرو۔ بے شک ان لوگوں کی کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آجائیں)

اور فرمایا:

---

[61] ایضاً۔

﴿فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ﴾(التوبۃ:7)

(سو جب تک وہ تمہارے لیے (معاہدے پر) استقامت کا مظاہرہ کریں تو تم بھی ان کے لیے استقامت کا مظاہرہ کرو)[62]۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام کے لیے جائز ہے کہ وہ دشمنوں سے صلح کی پہلے پیشکش کر دے اگر اس میں مسلمانوں کی مصلحت دیکھتا ہے ضروری نہیں کہ دشمنوں کی طرف سے پہلے صلح کی پیشکش ہو[63]۔

امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ (م1420ھ) فرماتے ہیں: دشمنوں کے ساتھ جنگ بندی کا مطلق یا وقتی معاہدہ کرنا جائز ہے، اگر حاکم وقت اس میں کوئی مصلحت دیکھتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾
(الانفال:61)

(اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی صلح کی طرف جھک جائیں اور اللہ تعالی پر توکل کریں، یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے)

اور اس لئے بھی کہ نبی اکرم (ﷺ) نے یہ دونوں قسم کے (مطلق و وقتی) معاہدے فرمائے، جیسا کہ اہل مکہ سے دس سال تک جنگ بندی کا معاہدے فرمایا، جس میں لوگ پر امن رہتے تھے، اور ایک دوسرے سے

---

62 ایضاً۔
63 زاد المعاد (304/3) .

ہاتھوں کو روک کر رکھتے تھے، اور بہت سے قبائل عرب کے ساتھ مطلق صلح فرمائی، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کے دست مبارک سے مکہ فتح فرمایا توان تمام لوگوں کا عہدان کی طرف پھینک دیا گیا، اور جس کا کوئی عہد نہیں تھا اسے چار مہینے کی مہلت دی گئی، جیسا کہ اللہ تعالی کا اس فرمان میں ہے:

﴿بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ﴾ (التوبۃ: 1-2)

(اللہ تعالی اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے اعلان برأت ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے معاہدے کئے تھے، پس (اے مشرکو!) تم چار مہینے تک تو زمین پر چل پھر لو اور جان لو کہ بے شک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے)

جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سن 9ھ میں حج ادا فرمایا تو رسول اللہ (ﷺ) نے ان کے ساتھ منادی کرنے والوں کو بھیجا، کیونکہ اسلامی حاجت اور مصلحت اس بات کی متقاضی تھی کہ مطلق معاہدہ کیا جائے پھر ضرورت ختم ہونے پر اسے توڑ دیا جائے، جیسا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے اس پر عمل فرمایا، اور علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "أحكام أهل الذمة" (ذمیوں کے احکام) میں اس پر بہت طویل کلام فرمایا ہے، اور اسے ان کے شیخ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور علماء کرام کی ایک جماعت رحمۃ اللہ علیہم نے اختیار فرمایا ہے۔ اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالی ہی ہے[64]۔

[64] مجموع فتاوى ومقالات متنوعة للشيخ عبد العزيز بن باز (8/212-213).

اور جو اصحاب عہد (معاہدے کے تحت آنے والے لوگ) ہیں جیسے ذمی، مستأمن، بادشاہوں و سربراہان مملکت کے سفیر ان کا خون معصوم ہے۔ان کے عہد میں انہیں قتل کرنا جائز نہیں۔ چناچہ سنت میں ان میں سے کسی کا خون بہانے کی شدید وعید آئی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا“[65]

(جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس سے معاہدہ ہو تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کے اس فرمان ”مُعَاهَدًا“ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں معاہد سے ہر وہ شخص مراد ہے جس کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ ہو چاہے جزیہ کے طور پر، یا حکمران کی طرف سے کسی معاہدے کے تحت، یا پھر کسی بھی مسلمان نے اسے امان دی ہو[66]۔

اور یہ دشمن کے ساتھ معاہدے اور صلح کے جواز کا حکم جہادِ دعوت وطلب اور دفاعی جہاد دونوں کے لیے ہے۔ دشمن اگر کسی ملک پر قادر ہو جائیں اور اس کا دفاع کرنا ممکن نہ رہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ جن دشمنوں نے ان کی زمین پر قبضہ کرلیا ہے اس کے ساتھ معاہدہ و صلح کرلیں۔ مسلمانوں کے خون بچانے کی خاطر تاکہ وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والے نہ بن جائیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کے ساتھ صلح و معاہدہ کرلیا تھا جبکہ انہوں نے مکہ میں مسلمانوں کی زمین اور گھروں پر قبضہ کرلیا تھا۔

---

[65] أخرجه البخاري في كتاب الديات، باب إثم من قتل معاهداً، حديث رقم (6914).

[66] فتح الباري (259/12).

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾(الحشر:8)

((یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں)

اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے قریش کے ساتھ صلح فرمائی حالانکہ انہوں نے مہاجرین کے گھروں اور اموال کے تعلق سے ظلم کیا تھا۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے تمام مسلمانوں جن میں مہاجرین وغیرہ سب شامل تھے اور جو اسلام میں داخل ہونا چاہتے تھے ان سب کی مصلحت عامہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ صلح فرمائی[67]۔

چھٹا ضابطہ

امام (حکمران) کی اطاعت واجب ہے بشرطیکہ وہ معصیت الٰہی میں نہ ہو

67 شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کے کلام کے ضمن میں یہ بات کی گئی ہے جس میں آپ نے وضاحت فرمائی اور تعقب فرمایا ہے شیخ یوسف قرضاوی کے مقالے پر جو کہ یہود کے ساتھ صلح کے موضوع پر لکھا گیا تھا۔ دیکھیں مجموع فتاوی ومقالات متنوعة لسماحة الشيخ عبد العزيز بن عبدالله بن باز (227/8)۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِالْمَعْصِيَةِ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ"[68]

((امام کی بات) سننا اور حکم ماننا ہر شخص پر فرض ہے جب تک کہ کسی معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور اگر کسی معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں کوئی سننا اور اطاعت نہیں)۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ يُطِعْ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ"[69]

(جس نے میری اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر (حکمران) کی اطاعت کی اس نے یقیناً میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے یقیناً میری نافرمانی کی۔ امام تو نہیں ہے مگر ایک ڈھال کہ اس کی آڑ لے کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعے پناہ لی جاتی ہے۔ پس اگر وہ امیر لوگوں کو تقویٰ الٰہی کا حکم دے اور عدل وانصاف سے کام لے تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کی خلاف ورزی کرے تو اس پر گناہ ہو گا)۔

---

[68] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد والسير باب السمع والطاعة للإمام، حديث رقم (2955)، ومسلم في كتاب الإمارة باب وجوب طاعة الإمام في غير معصية وتحريمها في المعصية، حديث رقم (1839).

[69] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد والسير باب يقاتل من وراء الأمام، ويتقى به، حديث رقم (2957)، ومسلم في كتاب الإمارة باب وجوب طاعة الإمام في غير معصية وتحريمها في المعصية، حديث رقم (1835).

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

’’بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، فَغَضِبَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ: أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيعُونِي؟! قَالُوا: بَلَى! قَالَ: قَدْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَمَا جَمَعْتُمْ حَطَبًا وَأَوْقَدْتُمْ نَارًا ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِيهَا، فَجَمَعُوا حَطَبًا فَأَوْقَدُوا نَارًا فَلَمَّا هَمُّوا بِالدُّخُولِ فَقَامَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا تَبِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرَارًا مِنَ النَّارِ أَفَنَدْخُلُهَا فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ خَمَدَتْ النَّارُ وَسَكَنَ غَضَبُهُ فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ‘‘[70]

(نبی کریم ﷺ نے ایک سریہ (لشکر) بھیجا اور انصار میں سے ایک شخص کو اس کا امیر بنایا اور ان لوگوں کو حکم دیا کہ اس کی اطاعت کریں۔ وہ امیر ان لوگوں پر کسی بات پر غصے ہوا اور کہا کہ: کیا نبی کریم ﷺ نے تمہیں حکم نہیں دیا کہ میری اطاعت کرو؟! لوگوں نے کہا کہ: ہاں! انہوں نے کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کرو اور آگ سلگاؤ پھر اس میں داخل ہو جاؤ چنانچہ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں اور آگ سلگائی جب اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کسی نے کہا کہ: ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع آگ سے بچنے کے لیے ہی تو کی ہے پھر کیا ہم خود سے اس میں داخل ہو جائیں! وہ لوگ اسی گفتگو کی حالت میں تھے کہ آگ بجھ گئی اور ان کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ

---

[70] أخرجه البخاري في كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية، حديث رقم (7145)، ومسلم في كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمير في غير معصية، وتحريمها في المعصية، حديث رقم (1840).

ﷺ نے فرمایا کہ: اگر یہ لوگ اس میں داخل ہو جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے اس لئے کہ اطاعت تو صرف معروف باتوں میں ہوتی ہے)۔

ساتواں ضابطہ
لشکر کو وصیتیں کرنا

دین کی روشن تعلیمات میں سے یہ بھی ہے جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول ﷺ اپنے لشکروں میں سے ایک لشکر کے قائد سے فرماتے ہیں:

"إِنَّكَ سَتَجِدُ قَوْمًا زَعَمُوا أَنَّهُمْ حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ لِلَّهِ، فَذَرْهُمْ وَمَا زَعَمُوا أَنَّهُمْ حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ لَهُ، وَسَتَجِدُ قَوْمًا، فَحَصُوا عَنْ أَوْسَاطِ رُءُوسِهِمْ مِنَ الشَّعَرِ، فَاضْرِبْ مَا فَحَصُوا عَنْهُ بِالسَّيْفِ، وَإِنِّي مُوصِيكَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً، وَلَا صَبِيًّا، وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تُخَرِّبَنَّ عَامِرًا، وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً، وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَلَا تَحْرِقَنَّ نَخْلًا، وَلَا تُغَرِّقَنَّهُ، وَلَا تَغْلُلْ، وَلَا تَجْبُنْ"[71]

(آپ عنقریب پائیں گے کچھ لوگ ایسے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی جانوں کو اللہ کے واسطے روک رکھا ہے (درویش وراہب لوگ) سو چھوڑ دیں انہیں اپنے گمان میں کہ انہوں نے جس لیے اپنے آپ کو روک رکھا ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے پائیں گے جو بیچ میں سے سر منڈاتے ہیں تو ان پر جہاں سے سر منڈاتے ہیں وہیں پر تلوار کا وار کریں۔ اور میں آپ کو دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں: عورت کو مت ماریئے گا، اور نہ بچوں کو، نہ بوڑھے پھونس کو، اور نہ پھل دار درخت کو کاٹیے گا، اور نہ کسی بستی کو اجاڑیے گا، اور نہ کسی اونٹ

[71] مؤطا برواية يحيى الليثى 981، السنن الصغير للبيهقى 3891 وغيره۔

اور بکری کی کونچیں کاٹنا (ذبح کرنا) مگر کھانے کے لیے ایسا کر سکتے ہو، اور مت جلایے گا کسی کھجور کے درخت کو اور نہ ڈبویے گا اور غنیمت کے مال میں خیانت نہ کیجئے گا اور نہ بزدلی کا مظاہرہ کیجئے گا)۔

اور سلیمان بن بریدہ عن ابیہ سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا:

''كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ: اغْزُوا بِاسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا. وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ: ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ؛ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ. ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ. فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا؛ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ. فَإِنْ هُمْ أَبَوْا؛ فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ. فَإِنْ هُمْ أَبَوْا؛ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ. وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ وَلَكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ؛ فَإِنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اللهِ

وَذِمَّةَ رَسُولِهِ. وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ؛ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ حُكْمَ اللهِ فِيهِمْ أَمْ لَا ''[72]

(رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر بناتے تو آپ ﷺ خصوصی طور پر اسے اپنے بارے میں اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہیں ان کے تعلق سے اللہ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جہاد کرو، ان سے لڑو جو اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرتے ہیں، جہاد کرو مگر خیانت وعہد شکنی نہ کرو، نہ مثلہ (یعنی کسی کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل بگاڑنا) نہ کرو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو۔ اور جب تمہارا اپنے دشمن مشرکوں سے سامنا ہو جائے تو ان کو تین باتوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی قبول کرلیں تو ان سے وہ قبول کرلینا ان کے ساتھ جنگ سے رک جانا۔ پھر انہیں (سب سے پہلے) اسلام کی دعوت دو اگر وہ تمہاری دعوت اسلام کو قبول کرلیں تو ان سے وہ قبول کرلینا اور ان سے جنگ نہ کرنا۔ پھر ان کو دعوت دینا کہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کی سرزمین میں چلے جائیں اور ان کو خبر دینا کہ اگر وہ اس طرح کرلیں گے تو جو مہاجرین کو مل رہا ہے وہ انہیں بھی ملے گا اور ان کی وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں۔ اور اگر وہ چھوڑ کر جانے سے انکار کردیں تو انہیں خبر دے دینا کہ پھر ان پر عام اعرابی مسلمانوں کا حکم ہوگا، اور ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ مومنوں پر جاری ہوتے ہیں، اور انہیں مال غنیمت اور مال فيء میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ اگر وہ (اسلام کی دعوت) ماننے سے انکار کردیں تو ان سے جزیہ طلب کرو اگر وہ دینے پر راضی ہوں تو ان سے قبول کرلو اور ان کے خلاف جنگ سے رک جاؤ۔ اور اگر وہ (اس سے بھی) انکار کردیں تو اللہ کی مدد طلب کرو اور ان سے قتال کرو۔ اور جب تم کسی قلعہ بند لوگوں کا محاصرہ کرلو اور وہ قلعہ والے کسی بات پر اللہ کے ضامن بنانا چاہیں اور اس کے نبی ﷺ کو ضامن بنانا چاہیں تو تم ان کے لئے نہ اللہ کو ضامن بنانا اور نہ

---

[72] أخرجه مسلم في كتاب الجهاد والسير باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث ووصيته، حديث رقم (1731).

ہی اللہ کے نبی ﷺ کو ضامن بنانا بلکہ تم اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ضامن بنانا کیونکہ تمہارے لئے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے عہد وضمانت کی خلاف ورزی کر لینا اس سے ہلکی بات ہے کہ تم اللہ کی ضمانت وعہد اور اس کے رسول ﷺ کی ضمانت وعہد کو توڑو۔ اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کر لو اور وہ قلعہ والے یہ چاہتے ہوں کہ تم انہیں اللہ تعالی کے حکم کے مطابق قلعہ سے اترنے دو تو تم اللہ تعالی کے حکم کے مطابق اترنے نہ دینا بلکہ انہیں اپنے حکم کے مطابق اتارنا کیونکہ تم اس بات کو نہیں جانتے کہ تمہاری رائے اور اجتہاد اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں)۔

لشکر کو وصیتیں کرنے میں سے یہ بھی ہے جو کہ موسی بن عقبہ سے مروی ہے فرمایا:

''حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ كُنْتُ كَاتِبًا لَهُ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى حِينَ خَرَجَ إِلَى الْحَرُورِيَّةِ فَقَرَأْتُهُ فَإِذَا فِيهِ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتَّى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ''[73]

(مجھے سالم ابو النضر نے حدیث بیان کی جو کہ میں عمر بن عبید اللہ کے غلام تھے انہوں نے کہا میں ان کا کاتب بھی تھا: عبد اللہ بن ابی اوفی نے انہیں ایک خط بھیجا جبکہ وہ حروریہ کے مقابلہ پر جا رہا تھا میں نے وہ خط پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ: رسول اللہ ﷺ بعض ان سفروں میں جن میں دشمن سے آمنا سامنا ہوتا اس وقت تک انتظار کرتے جب تک سورج ڈھل نہ جاتا، پھر لوگوں میں کھڑے ہوتے اور فرماتے: اے لوگو! دشمن سے

73 حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

ملنے کی تمنانہ کیا کرو بلکہ اللہ سے عافیت طلب کیا کرو۔ لیکن اگر تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو ہی جائے تو صبر کرواور یہ جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر فرماتے: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے ،اور بادلوں کو چلانے والے،اور لشکروں کو شکست دینے والے، انہیں شکست دے اور ان کے خلاف ہماری نصرت فرما)۔

اور دشمنوں کا سامنا کرنا ثابت قدمی کا میدان ہے اور اس کا راستہ صبر ہے،اور اسی کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔

مالِ غنیمت کے اعتبار سے جہاد کے ضوابط

اس میں مندرجہ ذیل ضوابط ہیں:

پہلا ضابطہ
مالِ غنیمت اور مالِ فيء میں فرق

ہمام بن منبہ سے روایت ہے فرمایا: یہ حدیث ہمیں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے جو احادیث بیان فرماتے تھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا وَأَقَمْتُمْ فِيهَا فَسَهْمُكُمْ فِيهَا وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ‘‘[74]

[74] أخرجه مسلم في كتاب الجهاد والسير ، باب حكم الفيء، حديث رقم (1756).

(تم جس بستی میں بھی آؤ اور اس میں ٹھہر و تو اس میں تمہارا حصہ بھی ہو گا اور جس بستی کے لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو اس کا خمس (پانچواں حصہ) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے پھر باقی تمہارے لئے ہے)۔

امام قاضی عیاض (م544ھ) فرماتے ہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ اول (فيء) سے متعلق ہے جس پر تم نے نہ کوئی گھوڑے (دوڑائے) اور نہ اونٹ، اب اگر اس بستی کے لوگ اپنا گھر بار چھوڑ جائیں یا (جس بات پر ان کی صلح) ہو جائے تو ان کا اس میں حق ہو گا یعنی عطاء میں حصہ ہو گا۔ اور دوسرے سے مراد (جس میں) خمس ہو وہ ہے جو زبردستی لیا گیا ہو۔ علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مال فيء میں خمس نہیں سوائے اکیلے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ اس کے قائل ہیں حالانکہ خود ان کے بعض اصحاب نے ان کی اس میں مخالفت کی ہے[(75)]۔

دوسرا ضابطہ

پیادے کے لیے غنیمت کا ایک حصہ اور سوار کے لیے تین حصے

نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا:

---

[75] إكمال المعلم (74/6) بریکٹ کے درمیان کے الفاظ میں طباعت کی غلطیاں تھیں جنہیں میں نے شرح صحیح مسلم سے صحیح کیا ہے انہوں نے القاضی کا کلام وہاں نقل فرمایا ہے، واللہ الموفق۔

”قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا. قَالَ: فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ: إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ“[76]

(خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے (مال غنیمت) اس طرح تقسیم فرمایا کہ گھوڑے کے دو حصے اور پیادہ کا ایک حصہ، نافع نے اس کی تشریح اس طرح فرمائی کہ اگر کسی کے پاس گھوڑا ہوتا تو اسے تین حصے ملتے ایک اس کا اور دو گھوڑے کے اور اگر اس کے پاس گھوڑا نہ ہوتا تو اسے ایک حصہ ملتا)۔

تیسرا ضابطہ

امام مصلحت کے پیش نظر دشمن کے غنائم میں سے مقررہ حصوں سے اوپر کچھ مزید بھی دے سکتا ہے

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا:

”بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً وَأَنَا فِيهِمْ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوا إِبِلًا كَثِيرَةً فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ اثْنَا عَشَرَ بَعِيرًا أَوْ أَحَدَ عَشَرَ بَعِيرًا وَنُفِّلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا“[77]

(نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس میں میں (یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما) بھی تھا تو ان لوگوں کو مال غنیمت میں بہت سے اونٹ ہاتھ لگے۔ ان میں سے فی کس حصے میں گیارہ گیارہ یا بارہ بارہ اونٹ آئے اور ایک ایک اونٹ ان کو حصہ سے زیادہ مزید مرحمت فرمایا گیا)۔

---

[76] أخرجه البخاري في كتاب المغازي باب غزوة خيبر حديث رقم (4228)، واللفظ له، ومسلم في كتاب الجهاد والسير كيفية قسمة الغنيمة بين الحاضرين، حديث رقم (1762).

[77] أخرجه البخاري في كتاب فرض الخمس، باب من الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين، حديث رقم (3134)، ومسلم في كتاب الجهاد، باب الأنفال، حديث رقم (1749).

اس حدیث میں دلالت ہے کہ مقررہ حصے سے بڑھ کر مزید بھی دینا جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ ہر ایک کو مقررہ حصے سے بڑھا کر نہیں دیتے تھے لیکن مصلحت کا جہاں تقاضہ ہوتا وہاں ایسا کرتے۔ اور اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوَى قِسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ“[78]

(رسول اللہ ﷺ جو سریہ روانہ کرتے تھے تو اس میں بعض خاص آدمیوں کو عام لشکر کے حصوں سے ہٹ کر کچھ زیادہ حصہ مرحمت فرمایا کرتے ہیں)۔

چوتھا ضابطہ
مال غنیمت میں خیانت کرنا حرام ہے

سیدنا مقدام بن معدی کرب الکندی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ سیدنا عبادہ بن صامت، ابو درداء اور حارث بن معاویہ الکندی رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے احادیث کا مذاکرہ کر رہے تھے کہ سیدنا ابو درداء سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے:

[78]أخرجه البخاري في كتاب فرض الخمس، باب من الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين، حديث رقم (3135)، ومسلم في كتاب الجهاد، باب الأنفال، حديث رقم (1750).

”يَا عُبَادَةُ كَلِمَاتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا فِي شَأْنِ الْأَخْمَاسِ؟ فَقَالَ عُبَادَةُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فِي غَزْوِهِمْ إِلَى بَعِيرٍ مِنَ الْمَقْسِمِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَاوَلَ وَبَرَةً بَيْنَ أُنْمُلَتَيْهِ فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ مِنْ غَنَائِمِكُمْ وَإِنَّهُ لَيْسَ لِي فِيهَا إِلَّا نَصِيبِي مَعَكُمْ إِلَّا الْخُمُسُ وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ؛ فَأَدُّوا الْخَيْطَ وَالْمَخِيطَ وَأَكْبَرَ مِنْ ذَلِكَ وَأَصْغَرَ وَلَا تَغُلُّوا فَإِنَّ الْغُلُولَ نَارٌ وَعَارٌ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَجَاهِدُوا النَّاسَ فِي اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَلَا تُبَالُوا فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ. وَأَقِيمُوا حُدُودَ اللهِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ. وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ عَظِيمٌ يُنَجِّي اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِهِ مِنَ الْغَمِّ وَالْهَمِّ“[79]

(عبادہ! فلاں فلاں غزوے میں خمس کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے کیا باتیں کہی تھیں؟انہوں نے فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس غزوے میں مال غنیمت کے ایک اونٹ کو بطور سترہ سامنے کھڑے کرکے نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر اس کی اون اپنی دو انگلیوں کے درمیان لے کر فرمایا یہ تمہارا مال غنیمت ہے اور خمس کے علاوہ اس میں میرا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا تمہارا ہے،اور خمس بھی آخر کار تم ہی پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی کے پاس سوئی دھاگہ بھی ہو تو وہ لے آئے یا اس سے بڑی اور چھوٹی چیز ہو تو وہ بھی واپس کردے۔ اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، کیونکہ خیانت دنیا و آخرت میں خائن کے لئے آگ اور عار کا سبب ہوگی۔ اور لوگوں سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا کرو خواہ وہ

---

[79] أخرجه أحمد في المسند (الرسالة 371/37، تحت رقم 22699)، والطبراني في مسند الشاميين (363/2، تحت رقم 1502)، والبيهقي (103/9-104). والحديث أورده الألباني في سلسلة الأحاديث الصحيحة بنحوه تحت رقم (1941-1942)، وبلفظه تحت رقم (1972)، وحكم بحسنه لغيره، وكذا حسنه محققو المسند.

قریب ہوں یا دور اور اللہ کے حوالے سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کیا کرو۔ اور سفر و حضر میں اللہ کی حدود قائم رکھا کرو۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو کیونکہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا جنت کے دروازوں میں سے ایک عظیم دروازہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسان کو غم اور پریشانی سے نجات عطا فرماتا ہے)۔

اور یہ خیانت میں سے نہیں کہ امام کے اذن کے بغیر مال غنیمت میں سے تقسیم سے قبل کچھ کھانا کھالینا یا کوئی ایسی چیز لے لینا جس سے اپنے جانور کی دیکھ بھال کر سکے جیسے چارہ وغیرہ۔ اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"أَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ: فَالْتَزَمْتُهُ فَقُلْتُ: لَا أُعْطِي الْيَوْمَ أَحَدًا مِنْ هَذَا شَيْئًا! قَالَ: فَالْتَفَتُّ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَسِّمًا"[80]

(خیبر کے دن مجھے چربی کی ایک تھیلی ملی تو میں نے اسے سنبھال لیا اور میں نے کہا کہ: میں آج کے دن اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا! (سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے)۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا:

---

[80] أخرجه البخاري في كتاب فرض الخمس، باب ما يصيب من الطعام في أرض الحرب، حديث رقم (3153)، ومسلم في كتاب الجهاد والسير، باب جواز الأكل من طعام الغنيمة في أرض الحرب، حديث رقم (1772)، واللفظ له.

’’كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِينَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ‘‘(81)

(ہم کو میدان جہاد میں شہد اور انگور ملتے تھے جن کو ہم کھا لیا کرتے تھے اور ان کو امام تک نہیں پہنچاتے تھے)۔

پانچواں ضابطہ

دشمن سے سلب کیے (چھینے) گئے مال میں خمس نہیں، بلکہ وہ اسی کا ہے جو ثبوت دے کہ اس نے اسے چھینا ہے

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

’’خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَاسْتَدَرْتُ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ حَتَّى ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللهِ ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ! فَقُمْتُ فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ! فَقَالَ رَجُلٌ: صَدَقَ

81أخرجه البخاري في كتاب فرض الخمس باب ما يصيب من الطعام في أرض الحرب، حديث رقم (3154).

يَا رَسُولَ اللهِ وَسَلَبُهُ عِنْدِی فَأَرْضِهِ عَنِّی فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: لَاهَا اللهِ إِذًا لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنْ اللهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ فَأَعْطَاهُ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِی بَنِی سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِی الْإِسْلَامِ"[82]

(حنین والے سال ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے کہ ہمارے اس مقابلہ میں بعض مسلمانوں کو پسپائی سی ہونی لگی۔ پس میں نے ایک مشرک کو دیکھا کہ ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے تو میں گھوم کر اس کے پیچھے سے آیا اور اس کے شانے پر تلوار کا وار کیا تو میرے مقابلہ پر آگیا اور مجھے پکڑ کر اس زور سے بھینچا کہ مجھے موت نظر آنے لگی۔ پھر وہ مر گیا تو اس نے مجھے چھوڑا۔ پھر میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مل کر پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے ؟ فرمایا: (جو بھی ہے) امر الٰہی ہے۔ اس کے بعد وہ سب لوگ لوٹے اور رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر فرمایا: جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس ثبوت ہو تو اس مقتول کافر کا اس مسلمان مجاہد کو مال واسباب ملے گا! تو میں (ابو قتادہ) کھڑا ہوا اور کہا کہ: میری گواہی کون دے گا اور پھر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جس کے پاس کسی کافر کو قتل کرنے کا ثبوت ہو تو اس کو اس کا مال واسباب ملے گا! تو میں نے پھر کھڑے ہو کر کہا: کون ہے جو میری شہادت دے اور (یہ کہہ کر) میں پھر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پہلے کی طرح تیسری مرتبہ پھر فرمایا تو میں پھر کھڑا ہو گیا! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو قتادہ! تمہارا کیا معاملہ ہے؟ تو میں نے آپ ﷺ کو پورا قصہ سنا دیا! تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ابو قتادہ نے سچ کہا۔ اور اس مقتول کافر کا ساز وسامان

---

[82] أخرجه البخاري في كتاب الجهاد باب من لم يخمس الأسلاب، حديث رقم (3142)، وفي مواضع أخرى، وأخرجه مسلم في كتاب الجهاد، باب استحقاق القاتل سلب القتيل، حديث رقم (1571). ولفظه عندهما: "من قتل قتيلاً له عليه بينه فله سلبه". من حديث عن أبي قتادة رضي الله عنه. وانظر جامع الأصول (2/688).

میرے پاس ہے اور آپ ﷺ ان (ابو قتادہ) کو (کچھ دے دلا کر) مجھ سے راضی کر دیجئے (یعنی وہ سامان میرے پاس ہی رہے)، تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا آپ ﷺ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کے ساتھ جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کرتا ہے یہ نہیں کریں گے کہ اس کا ساز و سامان تم کو دے دیں۔ اس پر آپ (ص) نے فرمایا: یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ وہ ساز و سامان انہیں (ابو قتادہ کو) دے دیا۔ (ابو قتادہ) فرماتے ہیں میں نے اس کی زرہ کو بیچ کر بنو سلمہ کا ایک باغ مول لے لیا اور زمانہ اسلام کا یہ سب سے پہلا دور تھا جس میں مجھے یہ مال حاصل ہوا تھا)۔

پس یہ حدیث دلیل ہے کہ سلب کیے گئے مال میں خمس نہیں۔

سنت نبویہ سے یہ وہ مجمل ضوابط جہاد تھے۔ جسے میں نے اس عجلت میں پیش کیا ہے۔ اللہ تعالی سے اس امید کے ساتھ کہ وہ دین کی حدود کی حفاظت فرمائے اور اسلام و مسلمانوں کی شان بلند کرے۔

وصلي اللهم على محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

خاتمہ

اس مختصر سے تحقیق کا جو سنت نبوی سے ضوابط جہاد پر مشتمل تھی کا خلاصہ

سنت نبویہ میں وارد ضوابط جہاد پر غور و فکر کرنے سے یہ تحقیق ان امور پر منتج ہوتی ہے کہ:

1-امت اسلامیہ پر آج یہ واجب ہے کہ وہ معنوی قوت کو علم نافع اور عمل صالح کے ذریعے سے حاصل کرے اسی طرح سے مادی قوت کی بھی تحصیل وہ کرے جس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ امت کو تیار کرے تاکہ جہاد کا پرچم بلند ہو اور لہرائے۔

2- قوت وقدرت کو حاصل کیے بغیر امت پر واجب نہیں کہ وہ جہاد طلب ودعوت میں پڑے۔ تو کیا یہ مستحب ہے؟ جواب: نہیں، یہ مستحب بھی نہیں کیونکہ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اسی لیے لازم ہے کہ قوت وقدرت کی شرط کو پورا کیا جائے یہاں تک کہ جہاد کے قابل ہو سکیں۔ اللہ تعالی کسی جان پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا[83]۔

3- معصوم جانوں کے خون کو مباح قرار دینا، اور اپنے معاہدے کے تحت امن دیے گئے لوگوں میں دہشتگردی پھیلانا بدعتی جہاد میں سے ہے اور اس قسم کے جہادی بجائے خود اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے خلاف لڑا جائے، اور ان کے خلاف لڑنا جہاد فی سبیل اللہ کہلائے گا کیونکہ یہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہے!

4- جہاد طلب ودعوت کے لیے نکلنے والے پر مسلمان والدین کی اجازت لینا شرط ہے۔

5- جہاد طلب ودعوت کے لیے نکلنے والے پر امام (حاکم) کی اجازت ہونا شرط ہے۔

6- جہاد دعوت وطلب دفاعی جہاد سے مختلف ہے کیونکہ دفاعی جہاد میں کوئی بھی شرط نہیں بلکہ دشمن سے حسب امکان دفاع کیا جائے۔ اور اگر دشمن ملک پر قابض ہو جائے تو پھر کوئی مانع نہیں کہ اس کے ساتھ صلح یا معاہدہ کر لیا جائے۔

---

[83] الشرح الممتع (10/8).

7- مجاہدین کو چاہیے کہ ان آداب و وصیتوں کو ملحوظ رکھیں جو رسول اللہ ﷺ اپنے لشکروں کو فرمایا کرتے تھے۔

8- قتال سے پہلے اسلام کی دعوت یا جزیہ دینے کی پیشکش سے شروع کرنا چاہیے۔

9-ان سے قتال نہیں کیا جائے گا جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس کے لیے اذان دیتے ہیں۔

10- دشمن کے ساتھ معاہدہ و صلح و عہد کرنا امام کا حق ہے اور عوام اس کے تابع ہیں۔ پس امام اسے منعقد کرے گا اگر اس کے نزدیک اس میں مسلمانوں کی مصلحت راجح ہو۔اور مسلمانوں کے ذمے اس بارے میں اس کی اطاعت کرنا و اتباع کرنا ہے۔ چاہے جہاد دفاعی ہو یا جہاد طلب و دعوت۔

11- غنیمت اور مال فيء کو رسول اللہ ﷺ نے تقسیم فرمایا اور ان کے لیے ضوابط مقرر فرمائے جن کی طرف اس کی تقسیم کے بارے میں رجوع کرنا چاہیے۔

12- حکمرانوں کی اطاعت واجب ہے اور ان پر خروج کرنا منع ہے۔ اگر وہ اطاعت الٰہی کا یا ایسی بات کا حکم دیں جو کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ کے خلاف نہ ہو تو ان کی اطاعت کی جائے گی البتہ اگر معصیت الٰہی کا حکم دیں تو پھر کسی مخلوق کی اطاعت نہیں خالق کی نافرمانی میں۔

13- شرعی جہاد کی بہت سی انواع ہیں جن میں سے جہاد نفس، جہاد شیطان، جہاد کفار، جہاد منافقین اور جہاد اہل بدعت و معاصی شامل ہیں۔ کفار کے تعلق سے جہاد کی اصل یہ ہے کہ وہ اسلحہ کے ذریعے کیا جاتا ہے، اور

جہاد نفس کی اصل یہ ہے کہ وہ علم نافع اور عمل صالح کے ذریعے کیا جاتا ہے، اور جہاد منافقین کے تعلق سے اصل یہ ہے کہ یہ علم، حجت و برہان سے کیا جاتا ہے، اور شیطان کے جہاد کی اصل یہ ہے کہ خواہش نفس و شہوت کے خلاف لڑا جائے اور شیطان کے انسان کے اندر داخل ہونے والے راستوں کو تنگ کر دیا جائے۔

14- جہاد آئمہ و حکمرانوں کے ساتھ تا قیام قیامت جاری رہے گا خواہ وہ نیک ہوں یا بد، اور امت اسلام میں سے ایک چھوٹا سا گروہ حق پر غالب رہے گا، ان کا جہاد قوت و قدرت کے وقت اسلحہ کے ساتھ ہو گا اور مادی کمزوری کی حالت میں حجت و برہان کے ساتھ ہو گا۔ لہذا ان کا غالب ہونا دونوں طور پر یا ایک طور پر حسب حال ہو گا۔

اے اللہ کتاب نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست دینے والے دشمنان اسلام کو شکست دے دے، ان کی تدبیر کو ان کی تباہی بنا دے، اور ان کے بارے میں ہمیں اپنی قدرت کی نشانیاں اور قوت کے دلائل دکھا دے، اے اللہ ہر جگہ اسلام اور مسلمانوں کی نصرت فرما۔

هذا والحمد لله رب العالمين

والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.